Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....صدروفاق المدارس العربیہ پاکستان کا سانحۂ ارتحال........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط148)..... طلاق کے بعد رجوع کرنے یا چھوڑنے کا حکم.....// // 5

درسِ حدیث ....موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم...........// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ملفوظات..مفتی محمد رضوان 28

اہلِ جنت اور رب کا دیدار...مفتی محمد امجد حسین 30

فوت شدہ بچے، مومن کی بخشش کا توشہ...............................قاری جمیل احمد 39

ماہِ محرم: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...........مولانا طارق محمود 42

علم کے مینار:.. عبادت وریاضت میں امام ابوحنیفہ کا مقام (حصہ اول)...مولانا غلام بلال 44

تذکرۂ اولیاء:...............عادل عمر، عہد گر عمر (رضی اللہ عنہ).........مفتی محمد امجد حسین 48

پیارے بچو!..............شیطان کے حملوں سے بچاؤ کیسے ہو؟.....مولانا محمد ریحان 52

بزمِ خواتین ....ازواج مطہرات کے نکاح (قسط9)...............مفتی طلحہ مدثر 54

آپ کے دینی مسائل کا حل... ایک نماز کی قضاء پر ایک "حقب" عذاب کی تحقیق (قسط1)...ادارہ 62

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... سونے اور جاگنے کے آداب (قسط1)......مفتی محمد رضوان 77

عبرت کدہ .... حضرت موسیٰ، شیخِ مدین کی پناہ میں......مولانا طارق محمود 81

طب وصحت.........چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط7).......مفتی محمد رضوان 84

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز........................مفتی محمد امجد حسین 89

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا سانحۂ ارتحال

15 فروری 2017ء بروز اتوار، شب ساڑھے نو بجے، صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان ''شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب'' 96 برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف رحمہ اللہ، اتحادِ مدارسِ دینیہ پاکستان کے صدر بھی تھے۔

حضرت موصوف یوں تو گزشتہ کئی سالوں سے علیل چلے آرہے تھے، بڑھاپے کے ضعف کے علاوہ متعدد شکایات لاحق تھیں، لیکن وفات سے تین روز قبل طبیعت زیادہ علیل ہوگئی، جس کے باعث انہیں مقامی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، جہاں وہ اتوار کی شب داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

شیخ موصوف کا شمار، دار العلوم دیوبند کے فضلاء میں سے ہوتا ہے، آپ کا تعلق ہندوستان کے صوبہ یوپی اور ضلع مظفر نگر کی حدود میں واقع قصبہ حسن پور، لوہاری سے تھا، جو کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے قصبہ تھانہ بھون، اور مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان جلال آبادی کے قصبہ جلال آباد کے قریب واقع ہے۔

شیخ موصوف نے درسِ نظامی کی ابتدائی اور متوسط تعلیم، حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ مفتاح العلوم قصبہ جلال آباد، ضلع مظفر نگر، یوپی، ہندوستان میں حاصل کی، اور آخری چند سال دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، اور یہیں سے سندِ فراغت بھی حاصل کی، 1954ء میں آپ ہندوستان سے ہجرت فرما کر، پاکستان تشریف لائے۔

آپ نے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے مدرسہ مفتاح العلوم، قصبہ جلال آباد، ضلع مظفر نگر میں تدریس فرمائی، اس زمانہ میں وہاں تبلیغی جماعت کے بزرگ مولانا جمشید صاحب نے بھی موصوف سے شرفِ تلمّذ حاصل کیا۔

1954ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے آئے، یہاں آنے کے بعد آپ نے ابتداء میں دار العلوم ٹنڈو الہ یار، صوبہ سندھ میں چند سال تدریس فرمائی۔

چند سال بعد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ دار العلوم کراچی میں تشریف لے گئے،

اور عرصہ دس سال تک اس مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

1967ء میں اپنے زیرِ ادارت جامعہ فاروقیہ کراچی قائم کیا، جس کی تعمیر وترقی میں شب وروز کی محنتوں کی بدولت چار چاند لگا دیئے۔

آپ عمر کے آخری حصہ تک مستعد رہ کر مختلف قسم کی خدمات سرانجام دیتے رہے، اور تدریس کے مشغلہ سے وابستہ رہے، جو کہ آپ کی امتیازی شان کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

شیخ کا شمار وطنِ عزیز میں ایک معمر وتجربہ کار اور وسیع دینی سوچ کے حامل افراد میں ہوتا تھا، اور آپ کا سایہ خاص طور پر دینی مدارس وجامعات پر ابرِ کرم کی حیثیت رکھتا تھا، اس لیے آپ کی وفات دینی مدارس وجامعات کے لیے ایک عظیم سانحہ شمار ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی مغفرتِ کاملہ اور درجات بلند فرمائے، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے، اور اپنے فضل وکرم سے پاکستان کے دینی مدارس وجامعات کو شیخ موصوف کا نعم البدل، وسیع النظر اور وسیع الفکر سرپرست وصدر عطا فرمائے، جس کے زیرِ سرپرستی تنظیماتِ مدارسِ دینیہ میں اتحاد قائم ہو، اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھ کر دینی مدارس وجامعات کے نصاب ونظام میں بہتر ائی اور ترقی پیدا ہو، اور معروضی حالات میں پیدا شدہ مختلف قسم کے مسائل سے نجات حاصل ہو۔ آمین۔

(سورہ بقرہ: قسط نمبر148، آیت نمبر231) مفتی محمد رضوان

طلاق کے بعد رجوع کرنے یا چھوڑنے کا حکم

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ(سورة البقرة، رقم الآية ٢٣١)

ترجمہ: اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو پھر پہنچنے لگیں وہ اپنی مدت (یعنی عدت) کو تو یا تو روک لو انہیں اچھے طریقے سے یا چھوڑ دو انہیں اچھے طریقے سے، اور نہ روکو تم ان کو ضرر کے طور پر، تا کہ تم زیادتی کرو، اور جو ایسا کرے گا تو تحقیق ظلم کیا اس نے اپنے آپ پر، اور مت بناؤ تم اللہ کے احکام کو ہنسی مذاق اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور جو نازل کی اس نے تم پر کتاب اور حکمت، نصیحت کرتا ہے وہ تمہیں اس کے ذریعے اور ڈرو تم اللہ سے اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب عورتوں کو طلاق دے دی جائے، اور وہ اپنی عدت کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں، تو یا تو ان سے رجوع کر کے ان کو ضرر پہنچائے بغیر اچھے طریقہ پر نکاح میں روک کر رکھنا چاہیے، یا پھر ان کو اپنی حالت پر چھوڑے رکھنا چاہیے، تا کہ ان کی عدت پوری ہو جائے، اور وہ نکاح سے آزاد ہو جائیں۔

لیکن اگر ان کو باضابطہ اور قاعدہ کے مطابق اچھے طریقہ پر نکاح میں روک کر رکھنے کا ارادہ نہ ہو، تو انہیں ضرر وتکلیف پہنچانے اور ان پر زیادتی کرنے کی غرض سے روک کر رکھنا یا رجوع کرنا جائز نہیں، اور جو ایسا کرے گا، دراصل وہ گناہ کرے گا، جس کا اسے دنیا میں وبال اور آخرت میں عذاب بھگتنا پڑے گا، اس لیے وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا شمار ہوگا۔

اور اللہ کی آیات واحکام کو ان کی مخالفت کر کے یا ویسے ہی ہنسی میں کھیل ومذاق نہ بناؤ، اور اللہ کی نعمت کو یاد

Idara Ghufran

کرو کہ اس نے تمہیں اسلام کی توفیق عطا فرمادی، اور تم پر کتاب یعنی قرآن مجید اور حکمت پر مشتمل احکام کو نازل کردیا، جس کے ذریعہ سے تمہیں اللہ وعظ ونصیحت کرتا ہے۔

اور اللہ سے ڈرو، اور یہ بات جان لو کہ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، لہٰذا تمہارا کوئی گناہ اور ظلم وزیادتی بلکہ اس کا دل میں چھپا ہوا ارادہ، کوئی چیز بھی اللہ سے چھپ نہیں سکتی۔ [1]

مذکورہ آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

ایک مسئلہ تو مذکورہ آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جب عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے دی جائیں، تو اس کے بعد شوہر کو دو اختیار حاصل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر کے اپنے نکاح میں روک لے، دوسرے یہ کہ رجوع نہ کرے، اور اسی طرح رہنے دے، عدت ختم ہونے کے بعد عورت آزاد ہوگی، وہ جہاں چاہے نکاح کرے، اور چاہے تو کسی سے نکاح نہ کرے۔

لیکن دونوں اختیاروں کے ساتھ قرآن مجید میں یہ قید لگادی گئی کہ:

"فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ"

''یا تو روک لو انہیں اچھے طریقے سے یا چھوڑ دو انہیں اچھے طریقے سے''

سورہ طلاق میں بھی اسی طرح کا حکم درجِ ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

"فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنْكُمْ"

''پس جب وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو، تو روک لو انہیں اچھے طریقے سے یا جدا کر دو انہیں اچھے طریقے سے، اور (طلاق سے رجوع کرنے پر) گواہ بنالو تم دو معتبر آدمی اپنے میں سے''

اچھے طریقے سے روکنے یا چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک یا دو طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر عورت سے رجوع کر کے نکاح میں رکھنا ہو، تو قاعدہ کے مطابق اور اچھے طریقہ پر رکھا جائے، اور چھوڑنا ہو تب بھی قاعدے کے مطابق اور اچھے طریقہ پر چھوڑا جائے ''بِمَعْرُوفٍ'' کا لفظ دونوں جگہ علیحدہ علیحدہ

---

[1] (وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن) قاربن انقضاء عدتهن (فأمسكوهن) بأن تراجعوهن (بمعروف) من غير ضرر (أو سرحوهن بمعروف) اتركوهن حتى تنقضي عدتهن (ولا تمسكوهن) بالرجعة (ضرارا) مفعول لأجله (لتعتدوا) عليهن بالإلجاء إلى الافتداء والتطليق وتطويل الحبس (ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه) بتعريضها إلى عذاب الله (ولا تتخذوا آيات الله هزوا) مهزوءا بها بمخالفتها (واذكروا نعمت الله عليكم) بالإسلام (وما أنزل عليكم من الكتاب) القرآن (والحكمة) ما فيه من الأحكام (يعظكم به) بأن تشكروها بالعمل به (واتقوا الله واعلموا أن الله بكل شيء عليم) ولا يخفى عليه شيء (تفسير الجلالين، سورة البقرة، رقم الآية ۲۳۱)

لاکر اس کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد رجوع کرنے کے بھی کچھ شرائط اور قواعد ہیں اور نکاح سے آزاد کرنے کے بھی، دونوں حالتوں میں سے جس کو بھی اختیار کرنا ہو، شرعی قاعدے کے موافق اختیار کرنا چاہیے، صرف وقتی غصے یا جذبات کی وجہ سے نہیں کرنا چاہیے، دونوں صورتوں کے شرعی قواعد کا کچھ حصہ تو خود قرآن مجید میں بیان کردیا گیا ہے، اور کچھ تفصیلات احادیث وروایات میں بیان کردی گئی ہیں۔

مثلاً اگر ایک یا دو طلاق دینے کے بعد علیٰحدگی کے ناگوار نتائج ونقصانات سوچ کر یہ رائے ہوجائے کہ رجوع کرکے نکاح قائم رکھنا ہے، تو اس کے لئے شریعت کا پہلا قاعدہ یہ ہے کہ پچھلے غصہ وناراضی کو دل سے نکال کر حسن معاشرت کے ساتھ زندگی گذارنا اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ کرنا پیشِ نظر ہو، عورت کو اپنی قید میں رکھ کر ستانا اور تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو، اسی لئے مذکورہ آیت میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے کہ: ”وَلَا تُمۡسِکُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا“

’’اور نہ روکو تم ان کو ضرر کے طور پر، تاکہ تم زیادتی کرو‘‘

دوسرا قاعدہ رجوع کا وہ ہے جو سورہ طلاق میں گواہ بنانے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

”وَأَشۡهِدُوا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ“

’’اور (طلاق سے رجوع کرنے پر) گواہ بنالو تم دو معتبر آدمی اپنے میں سے‘‘

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک یا دو طلاق دینے کے بعد رجوع کا ارادہ کرو تو اس پر دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالو، اگرچہ رجوع ہونے کے لیے یہ ضروری تو نہیں، مگر اس میں کئی فائدے ہیں، مثلاً ایک یہ کہ اگر عورت کی طرف سے رجوع کے خلاف کوئی دعویٰ ہو تو اس گواہی سے کام لیا جاسکے۔ دوسرے خود انسان کو اپنے نفس پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، اگر رجوع پر گواہی کا قاعدہ نہ جاری کیا جائے، تو ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص عدت پوری گزر جانے کے بعد بھی اپنی غرض یا شیطانی تقاضہ پر یہ جھوٹا دعویٰ کر بیٹھے کہ میں نے عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرلیا تھا، جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سورہ طلاق میں ذکر کی جائے گی۔

معاملہ کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ عدت کی مہلت اور غور وفکر کا وقت ملنے کے باوجود غصہ اور ناراضی ختم نہ ہوئی اور قطع تعلق ہی برقرار رکھنا ہے تو اس صورت میں اس بات کا بہت خطرہ ہوتا ہے کہ دشمنی اور انتقامی جذبے بھڑک اٹھیں، جن کا اثر دو شخصوں سے آگے بڑھ کر دو خاندانوں تک پہنچ سکتا ہے اور طرفین کی دنیا وآخرت کے لئے خطرہ بن سکتا ہے، اس کے سدِ باب کے لئے مختصر طور پر تو یہی ارشاد فرمایا گیا کہ:

Idara Ghufran

" اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ "　　"یا چھوڑ دو انہیں اچھے طریقے سے"

یعنی چھوڑنا اور الگ کرنا ہی ہو تو وہ بھی قاعدے کے موافق اور اچھے طریقہ سے کرو، اس قاعدے کی کچھ تفصیلات خود قرآن مجید میں مذکور ہیں، باقی تفصیلات احادیث وسنت اور روایات سے ثابت ہیں۔

مثلاً سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے دو آیات پہلے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ:

" وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا "

"اور نہیں ہے حلال تمہارے لیے یہ کہ لو تم اس میں سے جو تم دے چکے ہو ان (عورتوں) کو کچھ بھی"

مطلب یہ ہے کہ بغیر شرعی عذر کے ایسا نہ کرو کہ عورت سے طلاق کے معاوضہ میں اپنا دیا ہوا سامان یا مہر واپس لے لو یا کچھ اور معاوضہ طلب کرو، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

اور اس کے بعد آنے والی سورہ بقرہ کی آیت نمبر 241 میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

" وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ "

"یعنی طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ سے، جو حق ہے متقیوں پر"

فائدہ پہنچانے کا مطلب، رخصت کے وقت مطلقہ عورت کو کچھ تحفہ وغیرہ دینا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

طلاق دینے والے شوہر پر مطلقہ بیوی کے کچھ حقوق واجب ولازم کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ بطور احسان وسلوک کے مقرر کر دیئے گئے ہیں، جو اسلام کے بلند اخلاق اور حسن معاشرت کی پاکیزہ تعلیم پر مبنی ہیں اور جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح نکاح ایک معاملہ اور باہمی معاہدہ تھا اسی طرح طلاق بھی ایک معاملہ کو ختم کرنا ہے، اس معاملہ کو دشمنی اور جنگ وجدال کا سامان بنانے کی کوئی وجہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: " وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ "

"اور جو ایسا کرے گا تو تحقیق ظلم کیا اس نے اپنے آپ پر"

مطلب یہ ہے کہ جس کا ارادہ اچھے طریقہ سے عورت کو نکاح میں رکھنے کا نہیں ہوگا، بلکہ وہ ضرر وتکلیف پہنچانے کے لیے روک کر رکھے گا، تو وہ اپنے آپ پر دنیا وآخرت میں ظلم کرنے والا ہوگا۔

آخرت میں اپنے آپ پر ظلم تو ظاہر ہے کہ وہاں ہر ظلم وزیادتی کا انتقام لیا جائے گا اور جب تک مظلوم کا بدلہ ظالم سے نہ لے لیا جائے گا، معاملہ آگے نہ بڑھے گا۔

اور دنیا میں بھی اگر بصیرت اور تجربہ کے ساتھ غور کیا جائے تو نظر آئے گا کوئی ظالم بظاہر تو مظلوم پر ظلم کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے، لیکن اس کے برے نتائج اس دنیا میں بھی اس کو اکثر ذلیل وخوار کرتے ہیں، اور وہ

سمجھے یا نہ سمجھے، وہ اکثر ایسی آفتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ ظلم کا نتیجہ اس کو دنیا میں بھی کسی نہ کسی شکل میں بھگتنا اور چکھنا پڑتا ہے۔

شریعت کے احکام میں یہ چیز بھی نمایاں ہے کہ اس کے قوانین دنیا کی تعزیرات کی طرح نہیں ہوتے، بلکہ اس میں مربیانہ انداز میں قانون کا بیان کیا جاتا ہے، جس میں ان احکام کی دنیاوی اور اخروی حکمت ومصلحت اور ان کی خلاف ورزی میں دنیا وآخرت کے نقصانات کا ذکر کیا جاتا ہے، اور اللہ کے خوف وآخرت کے حساب کو دلایا جاتا ہے، جس سے دلوں پر اثر، اور عمل کرنے کا سچا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ مذکورہ آیت میں یہ فرمایا گیا کہ: ’’وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا‘‘

’’اور مت بناؤتم اللہ کے احکام کو ہنسی مذاق‘‘

اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی مذاق اور کھیل بنانے میں یہ بھی داخل ہے کہ شریعت کی طرف سے نکاح وطلاق کے لئے جو حدود وشرائط مقرر کردی گئی ہیں، ان کی خلاف ورزی کرنا۔

اور ہنسی مذاق بنانے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینا یا رجوع کرنا اور پھر یہ کہہ دینا کہ اس نے تو یہ کام مذاق میں کیا تھا۔

اور ہنسی مذاق بنانے میں یہ بھی داخل ہے کہ ایک وقت میں ایک طلاق کے بجائے اکٹھی تین طلاقیں دے دینا۔

احادیث وروایات میں ان چیزوں کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ "(سنن أبی داود، رقم الحديث ۲۱۹۴،باب فی الطلاق علی الهزل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی حقیقت بھی حقیقت ہے، اور مذاق بھی حقیقت ہے، ایک نکاح کرنا، دوسرے طلاق دینا، اور تیسرے رجوع کرنا(ابوداؤد)

حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ لَا يَجُوزُ اللَّعِبُ فِيهِنَّ،

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:حسن لغیرہ(حاشیۃ سنن ابی داؤد)

Idara Ghufran

الطَّلَاقُ، وَالنِّكَاحُ، وَالْعِتْقُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٧٨٠، ج١٨ ص ٥٠٤) لے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں مذاق جائز نہیں، ایک طلاق میں، دوسرے نکاح میں، اور تیسرے (شرعی غلام وباندی کو) آزاد کرنے میں (طبرانی)

اس طرح کی احادیث وروایات دوسری سندوں سے بھی مروی ہیں۔ ۲

لے قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه ابن لهيعة، وحديثه حسن، وبقية رجاله رجال الصحيح.
وقد تقدمت أحاديث نحو هذا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٧٦٥،باب فيمن طلق لاعبا)

۲ حدثنا بشر بن عمر، ثنا عبد الله بن لهيعة، ثنا عبيد الله بن أبی جعفر، عن عبادة بن الصامت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا يجوز اللعب فی ثلاث: الطلاق والنكاح والعتاق , فمن قالهن فقد وجبن "(مسند الحارث، رقم الحديث ٥٠٣)

أخبرنا محمد، أنا ابن وهب قال: أخبرنی يزيد بن عياض، عن عبد الرحمن الأعرج، عن أبی هريرة، عن أبی الدرداء؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:يجوز اللعب فی كل شیء غير ثلاث خلال، فمن لعب بشیء منهن جاز وإن كره؛ إن نكح فقد جاز، وإن طلق فقد جاز طلاقه، وإن أعتق فقد جاز عتاقه(الجامع لابن وهب، رقم الحديث ٢٧٢"٢٦٥")

مُحَمَّد قَالَ أخبرنَا سَالم الْخياط قَالَ قَالَ الْحسن الْبَصْرِیّ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من طلق لاعبا أَو نكح لاعبا أَو أعتق لاعبا فقد جَازَ ذَلِک عَلَيْهِ(الحجة على أهل المدينة، لمحمد بن الحسن،بَاب النِّكَاح فِی الْهزْل واللعب وَالْجد)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ :أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْكَرِيمِ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ :مَنْ طَلَّقَ لَاعِبًا أَوْ نَكَحَ لَاعِبًا فَقَدْ جَازَ(المصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٠٢٤٤)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی، وفيه معضل، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٥٣٠)

مُحَمَّد قَالَ أخبرنَا إِسْمَعِيل بن عَيَّاش قَالَ أخبرنَا عَطاء بن ابی رَبَاح عَن ابْن مَسْعُود رَضِی الله عَنهُ أَنه قَالَ من طلق أَو نكح أَو أعتق وَهُوَ لاعب جَازَ ذَلِک عَلَيْهِ(الحجة على أهل المدينة، لمحمد بن الحسن،بَاب النِّكَاح فِی الْهزْل واللعب وَالْجد)

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، نا هُشَيْمٌ، أنا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ، قَالَ:ثَلَاثٌ لَا يُلْعَبُ بِهِنَّ، اللَّعِبُ فِيهِنَّ وَالْجِدُّ سَوَاءٌ: الطَّلَاقُ، وَالنِّكَاحُ، وَالْعِتَاقُ(سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ١٦٠٤)

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ ، قَالَ :ثَلَاثٌ لَا لَعِبَ فِيهِنَّ :النِّكَاحَ ، وَالطَّلَاقَ ، وَالْعِتَاقَ(مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ١٨٧١٨)

قال الشوكانی: وفی الباب عن فضالة بن عبيد عند الطبرانی مرفوعا "ثلاث لا يجوز فيهن اللعب الطلاق والنكاح والعتق "وفی إسناده ابن لهيعة وعن عبادة بن الصامت عند الحارث بن أبی أسامة فی سنده مرفوعا بنحوه وزاد "فمن قالهن فقد وجبن "وفی إسناده انقطاع وعن أبی ذر عند عبد الرزاق رفعه "من طلق وهو لاعب فطلاقه جائز ومن أعتق وهو لاعب فعتقه جائز ومن نكح وهو لاعب فنكاحه جائز "وفی إسناده أيضا انقطاع وعن علی موقوفا عند عبد الرزاق أيضا وعن عمر مرفوعا عنده أيضا وهذه الأحاديث يقوی بعضها بعضا(الدراری المضية شرح الدرر البهية للشوكانی، ج٢ص ٢٢١،٢٢٢، كتاب الطلاق)

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ :إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي أَلْفًا ، أَوْ مِئَةً ، قَالَ : بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ ، وَسَائِرُهُنَّ وِزْرٌ ، اتَّخَذْتَ آيَاتِ اللهِ هُزُوًا (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ١٨١٠٣)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنے بیوی کو ہزار یا سو طلاقیں دے دی ہیں؟ تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ کی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ آپ سے جدا ہوگئی، اور باقی طلاقیں بوجھ (یعنی گناہ) رہیں، آپ نے اللہ کی آیات کو مذاق بنالیا (ابنِ ابی شیبہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

جَاءَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَجُلٌ فَقَالَ :طَلَّقْتُ امْرَأَتِي أَلْفًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ، وَبَقِيَّتُهَا عَلَيْكَ وِزْرًا .اتَّخَذْتَ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (المصنف عبد الرزاق ، رقم الحديث ١١٣٥٣) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تین طلاقوں کے ساتھ اس عورت کو آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا، اور باقی طلاقیں آپ پر بوجھ بنیں، آپ نے اللہ کی آیات کو مذاق بنالیا (عبدالرزاق)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الرَّجُلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُطَلِّقُ ثُمَّ يَرْجِعُ ، يَقُولُ :كُنْتُ لَاعِبًا ، وَيُعْتِقُ ثُمَّ

---

[1] قال الالبانی:(عن سعيد بن جبير عن ابن عباس " :أن رجلا طلق امرأته ألفا قال :يكفيك من ذلك ثلاث 2/236) ") *. صحيح.
أخرجه الدارقطنی 430) وكذا البيهقی 7/337)) من طريق ابن جريج أخبرنی عكرمة بن خالد عن سعيد بن جبير به وزاد " :وتدع تسعمائة وسبعا وتسعين ."
قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين .وتابعه عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير قال " :جاء رجل إلى ابن عباس فقال :إنی طلقت امرأتی ألفا؟ قال :أما ثلاث فتحرم عليك امرأتك ,وبقيتهن وزر ,اتخذت آيات الله هزوا ."أخرجه الطحاوی 2/33)) والدارقطنی وابن أبی شيبة 7/78/2)) بإسناد صحيح أيضا(إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل،للألبانی، تحت رقم الحديث ٢٠٥٧)

يَرْجِعُ ، يَقُولُ :كُنْتُ لَاعِبًا ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى :(وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللهِ هُزُوًا) فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ طَلَّقَ ، أَوْ حَرَّرَ ، أَوْ أَنْكَحَ ، أَوْ نَكَحَ ، فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ لَاعِبًا فَهُوَ جَائِزٌ (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ١٨٧١٩) [1]

ترجمہ: زمانۂ جاہلیت میں کوئی آدمی طلاق دے دیا کرتا تھا، پھر یہ کہہ کہ رجوع کرلیا کرتا تھا کہ میں تو مذاق کررہا تھا، اوراسی طرح غلام آزاد کردیتا تھا، پھر یہ کہہ کر رجوع کرلیا کرتا تھا کہ میں تو مذاق کررہا تھا، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا" "اور مت بناؤ تم اللہ کے احکام کو ہنسی مذاق"

اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے طلاق دے دی، یا غلام آزاد کردیا، یا نکاح کرلیا اور پھر یہ کہے کہ میں تو مذاق کررہا تھا، تو اس کے یہ کام (مذاق میں بھی) معتبر ہوجائیں گے (ابن ابی شیبہ)

بہرحال اگر مذاق میں گواہوں کے سامنے باضابطہ طور پر نکاح کا ایجاب وقبول کرلیا جائے، تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے، جبکہ نکاح معتبر ہونے کی دوسری شرائط بھی پائی جائیں، اسی طرح اگر مذاق میں صریح طور پر طلاق دے دی جائے، تو طلاق ہوجاتی ہے، اسی طرح اگر طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر مذاق میں

---

[1] قال الالباني:رابعا :(وهو مما فات الزيلعي) عن الحسن قال " :كان الرجل في الجاهلية يطلق ,ثم يراجع ,يقول :كنت لاعبا ,ويعتق ثم يراجع ويقول :كنت لاعبا ,فأنزل الله تعالى (لا تتخذوا آيات الله هزوا) , فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من طلق أو حرر ,أو أنكح أو نكح ,فقال :إني كنت لاعبا فهو جائز "أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف 7/104/2) ") أخبرنا عيسى بن يونس عن عمرو عن الحسن به.وأخرجه ابن أبي حاتم في "تفسيره 1/47/2) ") والطبري في "تفسيره 5/13/4923) ") من طريقين آخرين عن الحسن به.

قلت :وهذا مرسل صحيح الإسناد إلى الحسن ,وهو البصري.وقد رواه الحسن أيضا :عن الحسن عن أبي الدرداء قال فذكره موقوفا عليه بلفظ " :ثلاث لا يلعب بهن :النكاح ,والعتاق ,والطلاق "وإسناده إلى الحسن صحيح أيضا.أخرجه ابن أبي شيبة 7/104/1)).

ثم قال الزيلعي " :وفيه أثران أيضا أخرجهما عبد الرزاق أيضا عن علي وعمر أنهما قالا "ثلاث لا لعب فيهن :النكاح والطلاق والعتاق , "وفي رواية عنهما " :أربع "وزاد " :والنذر "والله أعلم.

قلت :ورواية الأربع أخرجها ابن أبي شيبة أيضا من طريق حجاج عن سليمان بن سحيم عن سعيد بن المسيب عن عمر .ورجاله ثقات إلا أن الحجاج وهو ابن أرطاة مدلس وقد عنعنه(إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ١٨٢٦ ،باب ركني النكاح وشروطه)

رجوع کرلیا جائے، تو رجوع ہوجاتا ہے، اوراسی طرح اگر مذاق میں کوئی اپنے شرعی غلام یاباندی کوآزاد کردے، تو وہ غلام اور باندی آزاد ہوجاتے ہیں، ہنسی مذاق کو ان چیزوں میں عذر نہیں سمجھا جاتا۔

طلاق اور رجوع کے مذکورہ احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخصوص انداز میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آخرت کے خوف کا سبق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ''

''اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور جو نازل کی اس نے تم پر کتاب اور حکمت، نصیحت کرتا ہے وہ تمہیں اس کے ذریعے اور ڈرو تم اللہ سے اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''

یعنی اللہ نے تمہارے لیے قرآن میں احکام اور حکمت کی چیزیں بیان کرکے تم پراحسان کردیا، اس لیے اب اللہ سے ڈرو، اور اللہ کو تمہاری نیتوں اور ارادوں اور دلوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کا اچھی طرح علم ہے۔

اس لئے اگر بیوی کو طلاق دے کر آزاد ہی کرنا ہو، تو باہمی نزاع واختلاف اور ایک دوسرے کی حق تلفی اور ظلم سے بچنے بچانے کی نیت سے کرو، غصہ کے انتقام یا بیوی کو ذلیل ورسوا کرنے یا تکلیف پہنچانے کی نیت سے نہ کرو۔

مذکورہ آیت سے تیسرا مسئلہ ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت وسنت کی نظر میں اصل یہی ہے کہ کوئی آدمی اگر طلاق دینے پر مجبور ہی ہوجائے، تو صاف وصریح لفظوں میں ایک طلاق رجعی دے دے تاکہ عدت ختم ہونے سے پہلے تک رجوع کرنے کا حق باقی رہے، ایسے الفاظ سے طلاق نہ دے، جن سے فوری طور پر نکاح کا تعلق ختم ہوجائے، اور رجوع کا حق باقی نہ رہے، جس کو طلاق بائن کہتے ہیں، اور نہ تین طلاق دے، جس کے بعد آپس میں دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہ رہے۔

یہ اشارہ لفظ'' طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ '' کو مطلق بلا قید کے ذکر کرنے سے حاصل ہوا، کیونکہ جو حکم اس آیت میں بتلایا ہے، وہ اگرچہ صرف ایک یا دو طلاق رجعی کے لئے ہے، طلاق بائن یا تین طلاق کا یہ حکم نہیں، مگر قرآن مجید نے کوئی قید اس کی ذکر نہ فرما کر اس طرف اشارہ کردیا کہ شریعت کی نظر میں طلاق دینے کا صحیح اور پسندیدہ طریقہ ایک طلاق رجعی دینے کی صورت میں ہے، دوسری صورتیں کراہت یا ناپسندیدگی سے خالی نہیں، کیونکہ ان میں مختلف مفاسد پائے جاتے ہیں۔

ہندوستان، پاکستان کے اکابر کی تائیدات وتصدیقات
کے ساتھ اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیمِ فکرِ ولیُ اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ فکرِ ولیُ اللّٰہی اور مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اوراہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آراء، تحریرات وفتاویٰ
مؤلف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام
کے
فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام
ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسنِ ہجری کا تعلق
دینی احکام میں اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت
دس محرم کے دن نفلی روزہ وغیرہ کی فضیلت واہمیت اور متفرق احکام
مؤلف
مفتی محمد رضوان

صدقہ کے فضائل
اور
بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مُرتَّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصد اور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جا قیود اور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ
کرنے کی نیت کر لینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عبادتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعد وضوابط
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 1

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ
کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم

کئی احادیث میں موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم آیا ہے، اور بعض احادیث میں موت کو کثرت سے یاد کرنے کے فوائد وفضائل کا بھی ذکر آیا ہے۔

اور موت کو یاد کرنا عام ہے، خواہ دل سے یاد کرے، یا زبان سے یاد کرے، یا دل اور زبان دونوں سے یاد کرے، بلکہ دل اور زبان دونوں سے یاد کرنا زیادہ افضل، مفید اور نتیجہ خیز ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث مختصر فوائد وتشریحات کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَكْثِرُوا ذِكْرَ هاذم اللذات الموت (صحيح ابن حبان،رقم الحديث ۲۹۹۲، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۹۰۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو (ابنِ حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: " أَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هاذم اللذات" (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۹۹۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز (یعنی موت) کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو (ابنِ حبان)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه "
وقال الذهبي في التلخيص:على شرط مسلم.
وقال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن كالذى قبله(حاشية صحيح ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی لذتیں، جو انسان کو آخرت سے غافل اور گناہوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، ان کے فتنہ وحملہ سے بچنے کے لیے کثرت سے موت کو یاد کرنا مؤثر ذریعہ ہے، اور موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ انسان کا ہمہ وقت دنیا کی چیزوں سے واسطہ اور تعلق رہتا ہے، جس کی وجہ سے اس پر غفلت طاری ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے، جو گناہوں میں مبتلا ہونے اور نیکیوں سے محرومی کا سبب ہے، ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ تھوڑا بہت موت کو یاد کرلینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس غفلت سے نجات پانے کے لیے موت کو کثرت سے یاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تب ہی اس کے اصل فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ فَمَا ذَكَرَهُ عَبْدٌ قَطُّ وَهُوَ فِي ضِيقٍ إِلَّا وَسَّعَهُ عَلَيْهِ وَلَا ذَكَرَهُ وهو فى سعة إلا ضيقه عليه(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٩٩٣) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز (یعنی موت) کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو، کیونکہ جب بھی کوئی بندہ تنگی کی حالت میں موت کو یاد کرتا ہے، تو موت کی یاد اس پر وسعت پیدا کردیتی ہے، اور جب بھی کوئی بندہ موت کو وسعت کی حالت میں یاد کرتا ہے، تو موت کی یاد اس پر تنگی پیدا کردیتی ہے (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا دراصل دنیا کی لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز ہے، اور دنیا کی لذات اور خواہشات ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کو آخرت سے غافل اور دنیا ومافیہا میں منہمک ومشغول کرتی ہیں، اسی وجہ سے جب بھی کوئی بندہ دنیا کی کسی تنگی مثلاً ناداری، بیماری یا فقروفاقہ وغیرہ کی حالت

---

[1] (أكثروا ذكر هاذم) بذال معجمة قاطع أما بمهملة فمعناه مزيل الشيء من أصله (اللذات الموت) بجره عطف بيان وبرفعه مبتدأ محذوف وبنصبه بتقدير أعنى .قال الطيبى :شبه اللذات الفانية والشهوات العاجلة ثم زوالها ببناء مرتفع ينهدم بصدمات هائلة ثم أمر المنهمک فيها بذكر الهاذم لئلا يستمر على الركون إليها ويشتغل عما عليه من التردد إلى دار القرار وفيه ندب ذكر الموت بل أكثريته لأنه أزجر للمعصية وأدعى للطاعة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣٩٦)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن،عبد العزيز بن مسلم:هو القسملى .وأخرجه القضاعى فى "مسند الشهاب "668" "من طريق أبى يعلى، بهذا الإسناد.وأخرجه "670"من طريق عيسى بن إبراهيم، عن عبد العزيز بن مسلم، به.وانظر الحديث رقم "2992"و "2994"و."2995"(حاشية صحيح ابنِ حبان)

میں موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، تو اس کی برکت سے اس کی وہ تنگی، وسعت اور فراخی سے تبدیل ہوجاتی ہے، اور موت کے مقابلہ میں وہ تنگی خفیف اور ہلکی محسوس ہونے لگتی ہے، اور اس کے برعکس جب دنیا میں وسعت وفراخی کی حالت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے دنیا کی لذات وخواہشات آخرت سے غافل کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، تو ایسی حالت میں موت کو کثرت سے یاد کرنا، اس کو اس وسعت وفراخی کے فتنہ سے محفوظ رکھ کر، اس کے عارضی وفانی ہونے کو یاد دلاتا اور اس حالت میں اعتدال پیدا کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ وَهُمْ يَضْحَكُونَ، فَقَالَ: أَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ، أَحْسِبُهُ قَالَ: فَإِنَّهُ مَا ذَكَرَهُ أَحَدٌ فِي ضِيقٍ مِنَ الْعَيْشِ إِلا وَسَّعَهُ عَلَيْهِ، وَلا فِي سَعَةٍ إِلا ضَيَّقَهُ عَلَيْهِ "(مسند البزار، رقم الحديث ٦٩٨٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس کے قریب سے گزر ہوا، اس مجلس کے لوگ ہنس رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز (یعنی موت) کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو، میرا گمان یہ ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ کوئی بندہ جب بھی دنیا سے تنگی کی حالت میں موت کو یاد کرتا ہے، تو موت کی یاد اس پر وسعت پیدا کردیتی ہے، اور جو کوئی بندہ بھی موت کو وسعت (یعنی عیش وعشرت وغیرہ) کی حالت میں یاد

---

[1] قال الهيثمي: رواه البزار، والطبراني في الأوسط باختصار عنه، وإسنادهما حسن(مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٨٢٠٥)

وقال المنذري: رواه البزار بإسناد حسن(الترغيب والترهيب، رقم الحديث ٥٠٥٠)

وقال ابن حجر: هذا حديث حسن.

أخرجه البزار عن جعفر بن محمد بن الفضل، عن مؤمل .وقال: لم يروه عن ثابت إلا حماد، تفرد به مؤمل.كذا قال الطبراني.

قلت: ومؤمل بوزن محمد صدوق، لكنهم ضعفوه بكثرة الخطأ.وقد ذكر ابن أبي حاتم في كتاب العلل أنه سأل أباه عن حديث رواه أحمد بن محمد بن أبي بزة، فذكر هذا الحديث؟ فقال: باطل لا أصل له.

وابن أبي بزة صدوق، لكنهم وصفوه بسوء الحفظ في الحديث، وهو أحد الأئمة في القرائات، فلعل أبا حاتم استنكره برواية ضعيف الحفظ عن مثله.

قد توبع كما ترى، فما بقي إلا تفرد مؤمل، وهو معتضد بشواهده(نتائج الافكار، ج٤ص ١٦٤، كتاب أذكار المرض والموت وما يتعلق بهما باب استحباب الإكثار من ذكر الموت، المجلس: ٣٣٣)

کرتا ہے، تو موت کی یاد اس پر تنگی پیدا کر دیتی ہے (بزار)

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے، جو گزشتہ حدیث کے ضمن میں ذکر کیا گیا، زیادہ ہنسا چونکہ دنیا کی لذت میں مشغولی اور آخرت سے غفلت اور پھر اس کے نتیجہ میں گناہوں میں مبتلا اور عبادت وطاعت سے محرومی کا سبب ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو ہنستے ہوئے دیکھ کر محسوس کیا کہ یہ ان کے لیے دنیا کی لذت میں منہمک اور آخرت سے غفلت کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے دنیا کی لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم فرمایا، اور بتلایا کہ جب کوئی بندہ وسعت وفرحت وغیرہ کی حالت میں موت کو یاد کرتا ہے، اور ہنسنے کی حالت بھی وسعت وفرحت کی حالت ہے، تو موت کی یاد، اس میں تنگی پیدا کر کے، اس حالت میں اعتدال پیدا کر دیتی ہے، اور اس کے برعکس اگر تنگی مثلاً رنج وغم وغیرہ کی حالت ہو، تو موت کی یاد، اس میں وسعت وفراخی پیدا کر کے اس حالت کو اعتدال پر لے آتی ہے، اور اس طرح انسان کی وسعت وتنگی کی دونوں حالتوں میں اعتدال قائم رہتا ہے۔ [1]

اسی عیش وطیش کی بات کو ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہ ''بہادر شاہ ظفر'' نے اپنے درجِ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا — ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی — جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ، يَعْنِي

---

[1] "أكثروا ذكر هاذم اللذات: الموت فإنه لم يذكره أحد فى ضيق من العيش إلا وسعه عليه ولا ذكره فى سعة إلا ضيقها عليه (هب حب) عن أبى هريرة (البزار) عن أنس) "صح).

(أكثروا من ذكر هاذم اللذات فإنه لم يذكره أحد فى ضيق من العيش إلا وسعه عليه) لأنه إذا تيقن من هو فى الضيق أنه مفارقه خالص عنه هان عليه ما هو فيه لأن الخلوص من المكروه محبوب ولذا جاء فى الحديث أنه لو قيل لأهل النار إنكم ماكثون فيها عدد أيام الدنيا لفرحوا ولو قيل ذلك لأهل الجنة لحزنوا ولذا قيل:ما أضيق العيش ...لولا فسحة الأمل

ويحتمل أن المراد أنكم إذا ذكرتموه فى شدة وسعها عليكم لأنكم تذكرون أنكم لاقون ما هو أشد منها وهو الموت فترونها متسعة فطبتم بها نفسا (ولا ذكره فى سعة إلا ضيقها عليه) لأن فراق المحبوب مكروه وعرفت وجه التعليل بذلك قريبا كما قيل:

أشد الغم عندى فى سرور ...تيقن عنه صاحبه انتقالا (التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى ، تحت رقم الحديث ١٣٩٤)

الْـمَـوْتَ، فَإِنَّـهُ مَـا كَانَ فِي كَثِيرٍ إِلَّا قَلَّلَهُ، وَلَا قَلِيلٍ إِلَّا جَزَّأَهُ(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۵۷۸۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی یعنی موت کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو، کیونکہ اس کا کثرت ذکر (اور یاد کرنا) جب (مال ودولت اور خواہشات وغیرہ کی) کثرت کی حالت میں کیا جاتا ہے، تو وہ اس کو قلیل (اور چھوٹی چیز) بنادیتی ہے، اور جب اس کا ذکر (مال ودولت وغیرہ کی) قلت کی حالت میں کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی کفایت کا سبب بنتی ہے (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرے، اس کے نتیجہ میں دنیا کی لذات و خواہشات اور آخرت سے غفلت وقسوت کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اسی کے ساتھ مال ودولت وغیرہ کی فراوانی وکشادگی سے جو غفلت پیدا ہوتی ہے، تو موت کی یاد اس مال ودولت وغیرہ کی فراوانی کو آخرت کے مقابلہ میں چھوٹی اور کمتر وحقیر چیز ظاہر کرتی ہے، اور اگر اس کے مقابلہ میں تنگی اور ناداری وغیرہ کی حالت سے رنج وغم یا مایوسی وغیرہ پیدا ہوتی ہے، تو موت کی یاد، اس کا ازالہ کرکے کفایت شعاری اور صبر وتحمل کا جذبہ پیدا کرتی ہے، اور اس طرح وسعت وفرحت اور تکلیف ومصیبت کی ہر حالت میں اعتدال قائم رہتا ہے، اور آخرت سے کسی لمحہ غفلت پیدا نہیں ہوتی۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وإسناده حسن .قلت: وقد تقدم حديث أنس في هذا الباب(مجمع الزوائد، رقم الحديث ۱۸۲۱۳)

[2] (أكثروا ذكر هاذم اللذات) قال الغزالي: أي نغصوا بذكره لذاتكم حتى ينقطع ركونكم إليها فتقبلوا على الله (فإنه) أي الموت (لا يكون في كثير) من الأمل والدنيا (إلا قلله) أي صيره قليلا (ولا في قليل) من العمل (إلا أجزله) أي صيره جليلا عظيما كثيرا فإن العبد إذا قرب من نفسه موته وتذكر حال أقرانه وإخوانه الذين عافصهم الموت في وقت لم يحتسبوا أثمر له ما ذكر قالوا هذا الحديث كلام مختصر وجيز قد جمع التذكرة وأبلغ في الموعظة فإنه من ذكر الموت حقيقة ذكره نقص لذته الحاضرة ومنعه من تمنيها أجلا وزهده فيما كان حقيقة منها يؤمل لكن النفوس الراكدة والقلوب الغافلة تحتاج إلى تطويل الوعظ وتزويق الألفاظ وإلا ففي قوله عليه الصلاة والسلام أكثروا إلى آخره مع قوله تعالى }كل نفس ذائقة الموت {ما يكف السامع له ويشف الناظر فيه ومن ثم قال معبد الجهيني نعم مصلحة القلب ذكر الموت يطرد فضول الأمل ويكف عزب التمني ويهون المصائب ويحول بين القلب والطغيان وقال الحكماء من ذكر المنية نسي الأمنية وقال الحافظ وجد مكتوبا على حجر لو رأيت يسير ما بقي من عمرك لزهدت في ما ترجو من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

موت کو کثرت سے یاد کرنے اور موت کے لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز ہونے کا ذکر اور بھی کئی احادیث میں آیا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، فَجَائَهُ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: " أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا "قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ؟ قَالَ: "أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ "

(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۵۹) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أملك ولرغبت فى الزيادة من عملك وأقصرت من حرصك وحيلك وإنما يلقاك غدا ندمك لو قد زلت بك قدمك وأسلمك أهلك وحشمك وتبرأ منك القريب وانصرف عنك الحبيب وقال التميمي: شيئان قطعا عنى لذة النوم ذكر الموت والوقوف بين يدى الله عز وجل وكان عمر بن عبد العزيز يجمع الفقراء فيتذكرون الموت والقيامة والآخرة فيبكون حتى كأن بين أيديهم جنازة وكان النووى إذا ذكر الموت لا ينتفع به أياما فإن سئل عن شيء قال لا أدرى لا أدرى وذكر عند المصطفى صلى الله عليه وسلم رجل فأثنى عليه فقال كيف ذكره للموت فلم يذكر ذلك منه فقال ما هو كما تقولون وقال اللفاف: من أكثر ذكر الموت أكرم بثلاثة أشياء تعجيل التوبة وقناعة القلب ونشاط العبادة ومن نسيه عوقب بثلاثة أشياء تسويف التوبة وترك الرضا بالكفاف والتكاسل فى العبادة فتفكر يا مغرور فى الموت وسكرته وصعوبة كأسه ومرارته فيا للموت من وعد ما أصدقه ومن حاكم ما أعدله فكفى بالموت مفرحا للقلوب ومبكيا للعيون ومفرقا للجماعة وهاذما للذات وقاطعا للأمنيات (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۳۹۹)

[1] أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن أبى توبة، أخبرنا أبو طاهر محمد بن أحمد بن الحارث، أنا أبو الحسن محمد بن يعقوب الكسائى، أنا عبد الله بن محمود، أنا أبو إسحاق إبراهيم بن عبد الله الخلال، نا عبد الله بن المبارك، عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يقول: أكثروا ذكر هادم اللذات، الموت .قال رحمه الله: هذا الحديث مرسل، وقد روى عن محمد بن عمرو، عن أبى سلمة، عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، مثله (شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ۱۴۴۷)

حدثنا محمد بن بشر ، قال : حدثنا محمد بن عمرو قال : حدثنا أبو سلمة ، قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : أكثروا ذكر هاذم اللذات ، يعنى الموت (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحدث ۳۵۴۶۷)

[2] قال ابن حجر: هذا حديث حسن (نتائج الافكار، ج۴ص ۱۶۵، كتاب أذكار المرض والموت وما يتعلق بهما باب استحباب الإكثار من ذكر الموت، المجلس: ۳۳۳) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کے ایک آدمی نے آکر سلام کیا، پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول! مومنوں میں افضل ترین کون سے لوگ ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس آدمی نے کہا کہ مومنوں میں سب سے زیادہ عقل مند کون لوگ ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ سب سے زیادہ موت کو یاد کرتے ہوں، اوران میں بھی اچھے وہ لوگ ہیں، جو موت کے بعد کے لیے (موت کے آنے سے پہلے) تیاری کرتے ہوں، یہی لوگ عقل مند ہیں (ابنِ ماجہ)

اورحضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشَرَةٍ , فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ , فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ , مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ؟ فَقَالَ: أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ , وَأَشَدُّهُمُ اسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِ الْمَوْتِ , أُولَئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ (المعجم الصغير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۰۸، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۳۵۳۶) لے

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے والوں میں دسواں شخص تھا، تو انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سب زیادہ عقل مند اور لوگوں میں سب سے زیادہ دور بین (یا دور اندیش وعاقبت اندیش) کون لوگ ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرتے ہوں، اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری زیادہ مضبوط طریقہ پر کرتے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف، نافع بن عبد الله وفروة بن قيس مجهولان .وفى سماع عطاء بن أبى رباح من ابن عمر خلاف، فقد قال أحمد وابن معين :إنه لم يسمع منه، وإنما رآه رؤية. إلا أنه صرح بسماعه منه فى هذا الحديث عند الحاكم والطبرانى بإسناد حسن، وصرح بسماعه منه أيضا فى غير هذا الحديث عند الطبرانى 13578)) و 13605)) و 13615))، إلا أن أسانيد الطبرانى ضعيفة .وقد توبع بإسناد حسن فى الشواهد والمتابعات كما سيأتى (حاشية سنن ابنِ ماجه)

لے قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الصغير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۲۱۴) وقال المنذرى: رواه ابن أبى الدنيا فى كتاب الموت والطبرانى فى الصغير بإسناد حسن ورواه ابن ماجه مختصرا بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ۵۵۰۵۳)

Idara Ghufran

ہوں، یہی لوگ عقلمند ہیں، جو دنیا کے شرف اور آخرت کے اکرام کو حاصل کر چکے ہیں (طبرانی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشَرَةٍ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ، وَأَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ :أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمْ اسْتِعْدَادًا لَهُ، أُولَئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ، ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا، وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ(مكارم الأخلاق،لابن أبى الدنيا،رقم الحديث ٣)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والوں میں دسواں شخص تھا، تو ایک انصار کے شخص نے آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ عقل منداور لوگوں میں سب سے زیادہ قابلِ اکرام کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والے اور موت کے لیے سب سے زیادہ شدید تیاری کرنے والوں ہوں، یہی لوگ سب سے زیادہ عقل مند ہیں، جو دنیا کے شرف اور آخرت کے اکرام کو حاصل کر چکے ہیں (ابنِ ابی الدنیا)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

معلوم ہوا کہ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہی سب سے زیادہ عقل مند لوگ ہیں، اور یہی سب

---

[1] حدثنا الخليل بن زكريا , ثنا حبيب بن الشهيد , ثنا الحسن بن أبى الحسن , عن عمران بن حصين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أى المؤمنين أكيس؟ قالوا: الله ورسوله أعلم , قال:أكيس المؤمنين أكثرهم ذكرا للموت وأحسنهم له استعدادا(مسند الحارث، رقم الحديث ١١١٦)

قال البوصييرى:رواه الحارث عن الخليل بن زكريا وهو ضعيف(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيرى، تحت رقم الحديث ٧٢٩٥)

حدثنا يحيى بن هاشم , ثنا أبو خالد عمرو بن خالد عن زيد بن على , عن آبائه , رفعه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أى الناس أكيس , قال: قلت: الله ورسوله أعلم قال: إن أكيس الناس أكثرهم للموت ذكرا وأحسنهم له استعدادا (مسند الحارث، رقم الحديث ١١١٧)

قال البوصييرى:رواه الحارث، وعمروضعيف .(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيرى، تحت رقم الحديث ٧٢٩٥، ٧٢٩٦)

حدثنا الطلحى، قال: حدثنى الحسين بن جعفر القتات، ثنا مروان بن جعفر، ثنا ابن المبارك، عن يحيى بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن سعد بن مسعود، قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أى المؤمنين أكيس ؟ قال: " أكثرهم للموت ذكرا، وأحسنهم له استعدادا (معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ٣٢٢٨)

سے زیادہ دور اندیش اور دور بین ہیں، کیونکہ وہ دنیا سے آگے کی چیز پر نظر رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ عقل مند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موت کو کثرت سے یاد کر کے دنیا کی لذتوں کا خاتمہ کرتے اور آخرت کی تیاری کرتے ہیں۔

بعض احادیث میں نماز پڑھتے وقت موت کو یاد کرنے یا دنیا سے رخصت ہونے کا ذکر آیا ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ نماز میں موت کو یاد کرنے سے نماز میں خشوع اور حسن پیدا ہوتا ہے، جو کہ تجربہ ومشاہدہ کے مطابق ہے۔[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ قَلَّ حَسَدُهُ وَقَلَّ فَرَحُهُ (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحديث ۳۵۷۲۵)

ترجمہ: جس نے موت کو کثرت سے یاد کیا، تو اس کا حسد کم ہو جائے گا، اور اس کی خوشی کم

---

[1] عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي وَأَوْجِزْ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكَ بِالْإِيَاسِ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ، وَإِيَّاكَ وَالطَّمَعَ فَإِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ، وَصَلِّ صَلَاتَكَ وَأَنْتَ مُوَدِّعٌ، وَإِيَّاكَ وَمَا تَعْتَذِرُ مِنْهُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۹۲۸)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

وقال الالبانی: ضعيف بتمامه (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۳۸۸۱)

وقال السخاوی: وله شواهد منها عن أنس رواه الديلمی فی مسنده من حديث أبی الشيخ حدثنا ابن أبی عاصم حدثنا أبی حدثنا شبيب بن بشر عن أنس، رفعه: اذكر الموت فی صلاتک، فإن الرجل إذا ذكر الموت فی صلاته لحری أن تحسن صلاته، وصل صلاة رجل لا يظن أنه يصلی صلاة غيرها، وإياک وكل أمر يعتذر منه، وقال شيخنا: إنه حسن، قال: وهو عند الديلمی أيضا (المقاصد الحسنة للسخاوی، ص ۲۲۴، ۲۲۵، تحت رقم الحديث ۲۷۵)

وقال الالبانی: "اذكر الموت فی صلاتک، فإن الرجل إذا ذكر الموت فی صلاته لحری أن يحسن صلاته، وصل صلاة رجل لا يظن أن يصلی صلاة غيرها، وإياک وكل أمر يعتذر منه."

أخرجه الديلمی فی "مسند الفردوس (2 / 26 / 1) "من طريق أبی الشيخ ابن حيان: حدثنا ابن أبی عاصم: حدثنا أبی: حدثنا شبيب بن بشر عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذكره.

قلت: وهذا إسناد حسن كما قال الحافظ عقبه فی "الغرائب الملتقطة"، وأقره الحافظ السخاوی فی "المقاصد الحسنة) " ص 138)، وللجملة الأخيرة منه شواهد كثيرة مذكورة فی "المقاصد"، وسبق تخريج بعضها مع الجملة التی قبلها بنحوها برقم) . (401)تنبيه): لقد اعتاد بعض الأئمة أن يأمروا المصلين عند اصطفافهم للصلاة ببعض ما جاء فی هذا الحديث كقوله: " صلوا صلاة مودع "، فأرى أنه لا بأس فی ذلک أحيانا، وأما اتخاذه عادة فمحدثة وبدعة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۳۹)

ہوجائے گی(ابنِ ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے خوشی اعتدال پر رہتی ہے، اور دوسرے سے حسد وبغض میں کمی واقع ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، اس سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ ۱

مگر علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے ایک راوی میں کچھ ضعف کا ذکر فرمایا ہے۔ ۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اللہ سے حیاء وغیرت کرنے کے حق میں موت کو یاد کرنے کو شمار کیا گیا ہے۔

امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ۳

جبکہ بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۴

---

۱ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ السِّمْسَارُ قَالَ: نَا أَحْمَدُ بْنُ سُهَيْلٍ الْوَرَّاقُ قَالَ: نَا نُعَيْمُ بْنُ مُوَرِّعٍ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيهِ لَبَنٌ وَعَسَلٌ، فَقَالَ: شَرْبَتَيْنِ فِي شَرْبَةٍ؟ وَأُدُمَيْنِ فِي قَدَحٍ؟ لَا حَاجَةَ لِي بِهِ، أَمَا إِنِّي لَا أَزْعُمُ أَنَّهُ حَرَامٌ، أَكْرَهُ أَنْ يَسْأَلَنِي اللَّهُ عَنْ فُضُولِ الدُّنْيَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَتَوَاضَعُ لِلَّهِ، فَمَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ، وَمَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ أَحَبَّهُ اللَّهُ(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۸۹۴)

۲ قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه نعيم بن مورع العنبری، وقد وثقه ابن حبان، وضعفه غير واحد، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، رقم الحديث ۱۸۲۹۴)

۳ حدثنا أبو زكريا يحيى بن محمد العنبری، ثنا أبو عبد الله بن محمد إبراهيم العبدی، ثنا يحيى بن بكير، ثنا مروان بن معاوية، عن أبان بن إسحاق، عن الصباح بن محارب، عن مرة الهمدانی، عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، أن نبی الله صلى الله عليه وسلم قال: استحيوا من الله حق الحياء فقلنا: يا نبی الله إنا لنستحيي، قال: ليس ذلک ولكن من استحيى من الله حق الحياء فليحفظ الرأس وما حوى، والبطن وما وعى، وليذكر الموت والبلى، ومن أراد الآخرة ترک زينة الدنيا، ومن فعل ذلک فقد استحيى من الله حق الحياء (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۹۱۵)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه "

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

۴ حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا أبان بن إسحاق، عن الصباح بن محمد، عن مرة الهمدانی، عن عبد الله بن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم: " استحيوا من الله عز وجل حق الحياء "، قال: قلنا: يا رسول الله، إنا نستحي، والحمد لله، قال: " ليس ذلک،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موت کو یاد کرنے سے متعلق اوراحادیث بھی آئی ہیں، مگران کی اسناد میں ضعف یا شدید ضعف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ انسان کے لیے موت کا واعظ ہونا کافی ہے۔ [1]

مگراس حدیث کی سند کو محدثین واہلِ علم حضرات نے ضعیف اور بعض نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض نے اس کو فضیل بن عیاض کا قول بتلایا ہے۔ [2]

ایک حدیث میں یہ قصہ آیا ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولكن من استحيى من الله حق الحياء، فليحفظ الرأس وما حوى، وليحفظ البطن وما وعى، وليذكر الموت والبلى، ومن أراد الآخرة، ترك زينة الدنيا، فمن فعل ذلك، فقد استحيا من الله عز وجل حق الحياء "(مسند احمد،رقم الحديث ٣٦٧١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف لضعف الصباح بن محمد –وهو ابن أبى حازم الأحمسى الكوفى–، قال ابن حبان فى "المجروحين :1/377 "كان ممن يروى عن الثقات الموضوعات، وضعفه الحافظ فى "التقريب"، وقال: أفرط فيه ابن حبان، وقال العقيلي: فى حديثه وهم ويرفع الموقوف، وقال الذهبى فى "الميزان :2/306 "رفع حديثين هما من قول عبد الله .قلنا: هما هذا والذى بعده .وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبان بن إسحاق، روى له الترمذى، وهو ثقة .محمد بن عبيد: هو الطنافسى، ومرة الهمدانى: هو ابن شراحيل المعروف بمرة الطيب(حاشية مسند احمد)

[1] وأخبرنا أبو الحسين بن بشران، أنا إسماعيل بن محمد الصفار، ثنا عمر أنيس الدلال، ثنا داود بن رشيد، ثنا الربيع بن بدر، عن يونس بن عبيد، عن الحسن، عن عمار يعنى ابن ياسر، قال :كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول " :كفى بالموت واعظا، وكفى باليقين غنى، وكفى بالعبادة شغلا (شعب الإيمان للبيهقى، رقم الحديث ١٠٠٧٢)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وفيه الربيع بن بدر، وهو متروك(مجمع الزوائد، باب ذكر الموت، تحت رقم الحديث ١٨٢٠٤)

وقال الالبانى:

"كفى بالموت واعظا، وكفى باليقين غنى، وكفى بالعبادة شغلا ."

ضعيف جدا .رواه أبو سعيد بن الأعرابى فى "معجمه (1 / 97) "وابن بشران فى "مجلس يوم الجمعة 17ذى الحجة سنة 412من الأمالى) "ورقة 2 / 208من مجموع الظاهرية رقم 87) وأبو الفتح الأزدى فى "المواعظ (1 / 7) "والقضاعى (1 / 114)والقاسم بن عساكر فى "تعزية المسلم / 216 / 2) " (2وكذا أبو نعيم "فى حديث الكديمى (2 / 35) "من طريق الربيع بن بدر عن يونس بن عبيد عن الحسن عن عمار مرفوعا. قلت: وهذا إسناد ضعيف جدا الربيع بن بدر متروك . ثم إنه روى موقوفا، فقد أخرجه أحمد فى "الزهد (176) "وابن أبى الدنيا فى "كتاب اليقين) "رقم 31) بسند صحيح عن جعفر بن سليمان عن يونس قال: حدثنى من سمع عمار بن ياسر يقول: فذكره موقوفا غير مرفوع . وكذلك رواه نعيم بن حماد فى "زوائد زهد ابن المبارك) "رقم 148) عن ابن مسعود موقوفا وهو الصواب إن شاء الله(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٥٠٢) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے فوت ہونے کے بعد بعض صحابۂ کرام کو اس کے نیک اور اچھا ہونے کی تعریف کرتے ہوئے سنا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کیا وہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرتا تھا؟ عرض کیا گیا کہ نہیں، پھر سوال فرمایا کہ کیا وہ اپنی اکثر خواہشات کو ترک کرتا تھا؟ عرض کیا گیا کہ نہیں، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کے نیک اور اچھا ہونے کی جو خوبیاں بیان کر رہے ہو، ان میں سے اکثر سے وہ محروم رہا‘‘ (طبرانی) [1]

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، لیکن بعض حضرات نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اسے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی حاشية المطالب العالية: أما سند الحارث ففيه تحريفات كثيرة، فإن كان من مسند عراک بن مالک فهو مرسل.

وقد ورد عن عمار رضی الله عنه، مرفوعا فرواه ابن الأعرابی فی معجمه 97 /1))، والطبرانی كما فی المجمع 311 /10))، والقضاعی فی مسند الشهاب 1410 :302 /2)) ثلاثتهم من طريق الربيع بن بدر، عن يونس، عن الحسن، عن عمار مرفوعا بلفظ كفى بالموت واعظا وكفى باليقين غنى وكفى بالعبادة شغلا."

وفيه الربيع بن بدر قال ابن حجر فی التقريب :متروک.وقد روی موقوفا على عمار بن ياسر .فقد رواه أحمد فی الزهد (ص 928 :257) من طريق يونس بن عبيد، عن رجل، عن عمار بن ياسر أنه قال :كفى بالموت فذكره. ورواه ابن أبی الدنيا فی كتاب اليقين (برقم 31) من طريق يونس بن عبيد، حدثنی من سمع عمار بن ياسر وهذا ضعيف لإبهام الراوی، عن عمار به.ورواه نعيم بن حماد فی الزوائد على الزهد لابن المبارک (ص 147 :37) عن مالک بن مغول قال :قال ابن مسعود " :كفى بالموت واعظا "بلفظ عمار .وهذا أيضا منقطع لأن مالک بن مغول من السابعة لم يدرک ابن مسعود، والصواب أنه من قول الفضيل بن عياض فرواه الخطابی فی العزلة (ص 45 :30) والبيهقی فی الزهد (ص 548 :215) كلاهما عن طريق سلم بن عبد الله الخراسانی قال سمعت الفضيل بن عياض .. كفى بالموت واعظا.الخلاصة :الحديث ضعيف مرفوعا وموقوفا(حاشية المطالب العالية، ج۱۲ ص۴۷، باب اكرام الجار)

[1] حدثنا الحسين بن إسحاق التستری، عن إبراهيم بن المستمر العروقی، ثنا حاتم بن عباد بن دينار الحرشی، ثنا يحيى بن قيس الكندی، ثنا أبو حازم، عن سهل بن سعد الساعدی قال: مات رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يثنون عليه، ويذكرون من عبادته، ورسول الله صلى الله عليه وسلم ساكت، فلما سكتوا، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هل كان يكثر ذكر الموت؟ قالوا: لا، قال: فهل كان يدع كثيرا مما يشتهی؟ ، قالوا: لا، قال: ما بلغ صاحبكم كثيرا مما تذهبون إليه(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۹۴۱، ج۶ ص۱۸۵)

ضعیف قرار دیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱؎

۱؎ قال الهيثمي:رواه الطبراني، وإسناده حسن.(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٢٠٦)
وقال الالباني: (هل كان يكثر ذكر الموت؟ "قالوا: لا، قال: فهل كان يدع كثيرا مما يشتهي؟ "قالوا: لا، قال:"ما بلغ صاحبكم كثيرا مما تذهبون إليه)
ضعيف .أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير (6/228/5941) "من طريق إبراهيم بن المستمر العروقي: ثنا حاتم بن عبد بن دينار الحرشي: ثنا يحيى ابن قيس الكندي: ثنا أبو حازم عن سهل بن سعد الساعدي قال:مات رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يثنون عليه، ويذكرون من عبادته، ورسول الله صلى الله عليه وسلم ساكت، فلما سكتوا، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...فذكره.
قلت وهذا إسناد ضعيف، رجاله ثقات، غير حاتم بن عباد هذا، فلم أجد له ترجمة، وقد ذكره المزي في شيوخ إبراهيم بن المستمر العروقي .وأما المنذري، فقال - (4/130)وتبعه الهيثمي ".- (10/309)رواه الطبراني بإسناد حسن!"
وما أظنهما وقفا على ترجمة لحاتم هذا، فضلا عن توثيق من أحد من الآئمة، وقد قال فيه الهيثمي – في حديث آخر له –:
"لم أر من ذكر له ترجمة ."وقال في مكان آخر: "لم أعرفه ."انظر الحديث المتقدم . (6045)
ورواه البزار في "مسنده (4/240/3622) "من طريق يوسف بن عطية عن ثابت عن أنس به مختصرا جدا .
وقال البزار: "لانعلم رواه عن ثابت عن أنس إلا يوسف ." قلت: وهو متروك، كما قال الهيثمي، وتبعه العسقلاني في "التقريب"، وهو بمعنى قوله في "مختصر الزوائد: (2/467/2228) " "وهو ضعيف جدا."
قلت: فلا يستشهد به، ولا سيما ولفظه مختصر(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث٦٥٠٧)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ملفوظات

بارانِ رحمت کی بندش

(20ربیع الاول1438ھ،20دسمبر2016ء)

فرمایا کہ آج کل وطنِ عزیز میں بارانِ رحمت کا طویل بحران ہے، سردیوں کا موسم شروع ہوکر کافی عرصہ گزر چکا ہے، مگر بارشیں نہیں ہورہیں، اورمحکمہ موسمیات والے کہہ رہے ہیں کہ ابھی کئی دنوں تک بارش ہونے کا امکان نہیں، بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلوں کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے،اور بیماریاں بھی بہت زیادہ پھیل رہی ہیں۔

افسوس ہے کہ مسلمان قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے،اور واقعات وحالات سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم گناہوں میں مبتلا ہوتی ہے، خاص طور پر زکاۃ کی ادائیگی صحیح طرح نہیں کرتی،تواس سے بارانِ رحمت کوروک لیا جاتا ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں بڑے بڑے امیرومالدارلوگ موجود ہیں،جن کے پاس بے حدو حساب مال دولت ہے،جس کوشمار کرنا بھی مشکل ہے،ہرطرح کی عیش وعشرت کا سامان ہے، بینک بیلنس بھی بھراپڑا ہے،مالِ تجارت اورنقدی اور ہر طرح کی جائیدادوں کی بھرمار ہے،خواہ کمرشل زمینیں ہوں یا فصلی وزرعی زمینیں ہوں،ان کی عورتوں کے پاس زیورات بھی خوب زیادہ ہیں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجودزکاۃ کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی کا اہتمام نہیں،اس لیے زکاۃ فرض ہونے کے باوجودادانہ کرنے والے لوگ،بارانِ رحمت کے نہ ہونے کا خاص سبب اور پوری قوم کے ایک طرح سے مجرم ہیں،ان کواپنے اس گناہ سے پکی اور سچی توبہ کرنی چاہئے،اورزکاۃ ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کا فوری اہتمام کرنا چاہئے۔

اوراسی کے ساتھ سب لوگوں کوگناہوں سے توبہ کرنی چاہئے،اور بارانِ رحمت کے لیے دعائیں بھی کرنا

چاہئے، اور ہوسکے تو نمازِ استسقاء بھی پڑھنی چاہئے، ان کاموں کو انجام دینے کی برکت سے امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ بہت جلد بارانِ رحمت نازل ہوگی۔

موت کو یاد رکھنے کا حکم

(21 ربیع الاول 1438ھ، 21 دسمبر 2016ء)

فرمایا کہ انسان کو کسی بھی وقت اپنی موت سے غافل نہیں ہونا چاہئے، ہر وقت موت کو یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ موت کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں آسکتی ہے، موت کے لیے کوئی حالت بھی رکاوٹ نہیں بن سکتی، چنانچہ عین خوشی کی حالت میں اور کسی بڑے اور اہم کام کے دوران بھی موت کی آمد ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ فوت ہوتے ہیں، وہ مختلف قسم کی حالتوں میں فوت ہوتے ہیں، کوئی عین شادی بیاہ کے موقع پر ہی فوت ہوجاتا ہے، غرضیکہ موت کے لیے دنیا کی کوئی حالت مانع و رکاوٹ نہیں۔

موت تو عین اس وقت بھی آجاتی ہے، جب ہر بیماری کا علاج اور جملہ سہولیات اور معالجین میسر ہوتے ہیں، چنانچہ یورپ کے بعض ملکوں میں ہر طرح کے علاج و معالجہ کی سہولیات ہیں، مگر پھر بھی مشینوں اور معالجوں کی موجودگی میں لوگ فوت ہوجاتے ہیں، اگر اسباب سے موت کو روکا جاسکتا، تو آج بہت سے امیر و مالدار لوگ حیات ہوتے۔

لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہوا کہ موت سے کسی لمحہ غافل نہ ہوا جائے، کیا معلوم! اللہ تعالیٰ کو آنے والے وقت بلکہ آنے والی گھڑی میں کیا منظور ہے؟ اللہ غفلت سے محفوظ رکھے، اسی لیے احادیث میں موت کو کثرت سے یاد رکھنے کا حکم آیا ہے۔

مگر ہم لوگ موت کو یاد رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور اگر کبھی کسی وجہ سے موت کی یاد آ بھی جاتی ہے، تو اس سے گھبرا کر جلدی سے اپنے دھیان کو ہٹا کر کسی اور طرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ طرزِ عمل درست نہیں۔

کیونکہ موت کی یاد، دنیا کی لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز ہے، اسی لیے احادیث میں فرمایا گیا کہ تم لذتوں کا خاتمہ کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں دنیا کی لذتوں کا خاتمہ مطلوب ہے، اور اس کا عمدہ طریقہ موت کو یاد کرنا ہے۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:53) مفتی محمد امجد حسین

اہلِ جنت اور رب کا دیدار

(1)...... وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ . وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ . عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ (سورة التكوير، رقم الآيات ١٢ و ١٣)

ترجمہ: اور جب دوزخ دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لائی جائے گی، جان لے گا ہر شخص جو لے کر آیا ہے۔

علمت نفس ما احضرت.

آیت بتا رہی ہے کہ ہر شخص نے جو کچھ حاضر کیا ہے، ساتھ لایا ہے، دنیا کی پوری زندگی جن جن اعمال میں پوری کی ہے، آج قیامت کے دن اپنی زندگی کی اس تمام سرگزشت اور مکمل روئیداد سے اسے بھرپور آگاہی اور پوری واقفیت ہوگی، قدیم فلاسفہ ومناطقہ کے ہاں ایک اصطلاح ''علم حضوری'' کی مستعمل تھی، یعنی وہ علم جو ہر شخص کے اندر سے پھوٹتا ہے، اس کے شعور وذات کا حصہ ہوتا ہے، اور اس کے وجدان پر مبنی ہوتا ہے، جیسے بدیہیات کا علم۔ [1]

اپنی ذات کا علم، بھوک پیاس وغیرہ ذاتی کیفیات واحوال کا علم واحساس کہ ہر عام وخاص، چھوٹے بڑے، عالم وجاہل کو اندرونی احساس وشعور کے ساتھ بغیر کسی غور وفکر اور استدلال واستنباط کے حاصل ہوتا ہے، اسے علمِ حضوری کہتے تھے، اس کے مقابلے میں وہ علم ومعلومات جو غور وفکر، تعلیم وتعلم، قرائن وآثار، استدلال واستنباط سے حاصل ہو، اسے یہ لوگ ''علم حصولی'' کہتے تھے، تو گویا قیامت میں ہر شخص کو اپنی زندگانی کی تمام سرگزشت کا اور دنیاوی زندگی کے تمام اعمال کا علم بدیہی وحضوری درجہ میں حاصل ہوگا، جس طرح بھوک پیاس وغیرہ اندرونی کیفیات مثل حظ وکرب کا علم وشعور جو داخلی وجدان سے ہی ہوجاتا ہے، اس کے خلیات اور ڈی این اے (D-N-A) کے صحیفے میں جو کچھ کوڈ (Code) کیا گیا، آج ڈی

---

[1] بدیہیات مثلاً دو اور دو چار ہوتے ہیں زمین نیچے ہے، آسمان اوپر ہے، یعنی وہ عام حسی جزئی یا کلی امور جن سے ہر عالم، جاہل، چھوٹا بڑا بغیر کسی غور وفکر اور تعلیم وتعلم کے، سیکھنے سکھانے کے واقف ہوتا ہے، یہ ہم نے مثال کے طور پر کہہ دیا، ورنہ علم حضوری کی جو واقعی فنی تعریف اس قوم نے کی ہے، اس میں یہ بہت سی بدیہیات بھی نہیں آتیں، کیونکہ یہ بہر حال خارجی علم ہے داخلی علم نہیں۔

کوڈ (De-Code) ہوکر پورے کا پورا اس کے ذہن و مائنڈ کے سامنے کھلی کتاب کے طور پر مکشوف ہوگا، پھر بھی وہ مکرنا چاہے گا، اور اپنے شعور ذات کو جھٹکنے کی کوشش کرے گا، تو اعمال نامے میں محفوظ ڈیٹا سے، اور اس کے اعضاء، ہاتھ پاؤں، جلد و کھال کے خلیات کو زبان دے کران اعضاء کے تکلم سے اس پر حجت تمام کی جائے گی۔

قرآن مجید میں آدمی کے مکرنے کا اور پھر اس کی زبان بندی کر کے اعضاء کو تکلم کی قدرت دے کران اعضاء سے اعترافِ جرم کرانے کا اور قدرت کے دیگر شاہدین و گواہوں سے اس پر فردِ جرم عائد کرنے کا ذکر موقعہ بموقعہ آیا ہے (جس کا بیان اس مضمون میں بھی سابقاً گزر چکا ہے) اس ساری صورتحال کا خلاصہ یہ تین امور ہیں:

(۱)...... یہ کہ قیامت کے دن انسان خود بھی اپنے کیے سے اور اپنی حیاتِ دنیاوی کی ساری ہسٹری (History) و تاریخ سے دو اور دو چار کی طرح بدیہی درجہ میں واقف و باخبر ہوگا۔

(۲)...... لیکن انسان وہاں مکرنے اور بات کو ٹلانے کی کوشش بھی حتی الامکان کرے گا۔

(۳)...... تب اعمال نامے کی نوشت، کراماً کاتبین اور دوسرے شاہدینِ قدرت کی گواہی اور خود انسان کی زبان بندی کر کے اس کے اعضاء کی گواہی سے اس پر اتمامِ حجت کیا جائے گا۔

سورہ قیامہ کی ذیل کی تین آیات سے بھی یہ مذکورہ تینوں نکات سمجھ میں آتے ہیں:

يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ . بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ . وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ (سورة القيامة، رقم الآيات ۱۳ الى ۱۵)

ترجمہ: بتلا دیا جائے گا اس دن انسان کو جو کچھ اس نے آگے بھیجا، اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آیا، بلکہ آدمی اپنی ذات پر خود دلیل و بصیر (باخبر) ہے، گو وہ بہانے بازی و سخن سازی کرتا پھرے (سورہ قیامہ)

واضح رہے کہ اس زیرِ بحث آیتِ تکویر کی قریب المفہوم آیت اس سے بعد کی سورہ انفطار میں بھی ہے، یعنی:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ (سورة الانفطار، رقم الآية ۵)

ترجمہ: کہ اس دن (قیامت کو) آدمی جان لے گا، جو اس نے آگے بھیجا، اور جو پیچھے چھوڑا۔

(2)...... إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ . وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (سورة الانفطار، رقم الآيات ۱۳ و ۱۴)

ترجمہ: یقیناً نیک لوگ جنت میں ہیں، اور یقیناً برے لوگ دوزخ میں ہیں۔

(3)...... كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ . وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ . كِتَابٌ

مَرۡقُومٌ . یَشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُونَ . إِنَّ الۡأَبۡرَارَ لَفِی نَعِیمٍ . عَلَى الۡأَرَائِکِ یَنۡظُرُونَ . تَعۡرِفُ فِی وُجُوهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیمِ . یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَحِیقٍ مَخۡتُومٍ . خِتَامُهُ مِسۡکٌ وَفِی ذَلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُونَ . وَمِزَاجُهُ مِنۡ تَسۡنِیمٍ . عَیۡنًا یَشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُونَ (سورة المطففین، رقم الآیات ۱۸ الی ۲۸)

ترجمہ: بے شک اعمال نامہ نیکوکاروں کا علیین میں ہے، اور تجھ کو کیا خبر علیین کیا ہے؟ ایک تحریر شدہ دفتر (فائل) ہے، اس کو دیکھتے (نگرانی رکھتے) ہیں مقربین، بے شک نیک لوگ آرام میں ہیں، تخت (خصوصی مسندوں) پر بیٹھے نظارہ کررہے ہوں گے، پہچان لے گا تو ان کے چہروں سے راحت اور آرام کی تازگی اور شادابی، ان کو پلائی جائے گی خالص مہر کی ہوئی (سیل بند) شراب، جس کی مہر جمتی ہے مشک پر، اور اس پر چاہئے کہ ریس کرنے والے ریس کریں، اور اس (شراب) میں آمیزش تسنیم کی ہوگی، جو ایک چشمہ ہے، جس سے مقربِ بارگاہ لوگ پیتے ہیں۔

إِنَّ کِتَابَ الۡأَبۡرَارِ لَفِی عِلِّیِّینَ (اعمال نامہ نیکوکاروں کا علیین میں ہے)

علیین ایک مقام کا نام ہے (یہ جمع کے وزن پر آیا ہے، لیکن جمع نہیں، فراء نحوی کی تحقیق کے مطابق) جو عرش کے نیچے ہے، یہاں مومنین کی ارواح اور اعمال کے صحیفے (رجسٹر) رکھے جاتے ہیں (اس کے مقابلے میں کافرین کی ارواح و اعمال نامے رکھے جانے کا ریکارڈ روم ''سجین'' ہے، جس کا اسی سورۂ مطففین میں ان آیات سے پہلے ذکر ہے) انتہائی مقرب فرشتے یا اسی طرح انتہائی مقرب بندے (انبیاء، اصفیاء، اتقیاء، اولیاء وغیرہم) یہاں حاضر باش رہتے ہیں، یہ مقرب فرشتے شاید یہاں کے پورے نظام کو منظم، سسٹمائز اور مانیٹر کرتے ہوں گے، مقرب بندے مومنین کے اعمال و ارواح کو جو ہر آن ہر لمحہ یہاں پہنچ کر داخلِ دفتر ہورہے، ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہوں گے، کیونکہ دنیا میں کتنی بڑی تعداد اہلِ ایمان کی ہمیشہ رہتی ہے، اور ہر آن کتنے نیک اعمال ان اہلِ ایمان سے صادر ہوکر اوپر چڑھتے ہیں، اور اسی طرح ہر گھڑی کتنے لوگ مرتے ہیں، ان کی ارواح اوپر پہنچتی ہیں، کتنا وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا کاروبار ہوگا، علیین کا؟ ملاءِ اعلیٰ کے محکمۂ تکوین کی یہ کارگزار ہستیاں، فرشتے اور مقرب لوگ مانیٹرنگ و نگرانی اور ربط و ضبط دینے میں کتنے مشغول ہوتے ہوں گے؟

ان کے خط کی آرزو ہے ان کی آمد کا خیال کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبارِ انتظار

باقی یہاں ایک بحث اور بھی ہے کہ احادیث سے ارواح کا جنت میں ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، جیسے شہداء کی ارواح کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جنت کے باغوں میں انہار واشجار پر اڑتے اور چگتے پھرتے ہیں، طیورِ جنت کے پوٹوں میں متمکن ہوکر تحت العرش معلق قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں (**کما فی صحیح مسلم عن ابن مسعود رضی الله عنه**)

نیز براء بن عازب کی ایک طویل حدیث (جو پیچھے کہیں گزری بھی ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مومن وکافر دونوں کی ان کی قبروں میں لوٹائی جاتی ہیں اور حساب کتاب ہوتا ہے، اس پر ہم بشرطِ زندگی اس مضمون کے اختتام پر مفصل بحث کریں گے، ان شاء اللہ۔ [1]

یہاں صرف اتنا سمجھ لیں کہ ارواحِ مومنین کا جنت میں ہونے یا علیین میں ہونے میں کوئی تعارض وٹکراؤ کی بات نہیں، کیونکہ علیین بھی تحت العرش مقام ہے۔

قال البراء بن عازب قال النبی صلی الله علیه وسلم :علیون فی السماء السابعة تحت العرش (تفسیر القرطبی، ج۱۹، ص ص ۲۶۲)

اور جنت بھی تحت العرش سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے، جیسا کہ سورہ نجم کی آیات میں گزرا۔**عند سدرة المنتهیٰ، عندها جنة الماوی۔**

تو جنت یا علیین میں ارواح کا ہونا گویا ایسا ہی ہوگا کہ ایک ہی مقام کے مختلف حصے یا شعبے ہیں۔

علی الارائک ینظرون

(نیک لوگ خاص مسندوں پر بیٹھے ہوئے نظارہ کرتے ہوں گے) اہلِ ایمان تختوں پر بیٹھے کس چیز کا نظارہ کرتے ہوں گے؟ اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، مثلاً ایک یہ کہ جنت اور اس کے عجائبات، مناظر و مظاہر میں محوِ نظارہ ہوں گے، اور دوسری یہ کہ مراد دیدارِ جمالِ الٰہی ہے، اور اس پر قرینہ یہ پیش کیا ہے کہ ابھی اسی سورت میں سابق آیات میں مجرمین کے تذکرے میں ان کی یہ سزا بھی مذکور ہوئی ہے ’’**انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون**‘‘ کہ مجرمین وکافرین اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ومحجوب رکھے

[1] (یہ ایک طویل بحث ہے، جو روحِ انسانی کی حقیقت اور اس کی تقسیم کی طرف لوٹتی ہے، اور عقلاء وفلاسفہ، صوفیاء اور متکلمین سب نے روحِ انسانی کی حقیقت کی معرکۃ الآراء بحث میں ہمیشہ ہر زمانے میں حصہ لیا ہے، اور اپنی اپنی آراء اور نظریات اس حوالے سے پیش کیے ہیں، حتیٰ کہ حافظ ابنِ قیم نے کتاب الروح میں قرار دیا ہے کہ روحِ انسانی کی حقیقت کے بارے میں قدیم سے لے کر اب تک (ابنِ قیم کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے) ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ اقوال قوم کے ہو چکے ہیں)

جائیں گے، اوراس کے مقابلے میں مومنین کے لیے نظارے کا ذکر ہوا ہے بطورِانعام کے، تو یہ نظارہ اللہ پاک کے جمالِ جاں فزا اور روح افزا کا ہوگا، جس سے مجرمین بطورِسزا کے محروم رکھے جائیں گے (اور یہ اللہ کے دیدار کی نعمت جنت کی تمام نعمتوں سے فائق و برتر ہوگی، جس کے سامنے جنت کی سب نعمتیں ہیچ ہوں گی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ [1]

---

[1] عن صهيب، قال :تلا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -هذه الآية :(للذين أحسنوا الحسنى وزيادة) قال" :إذا دخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار، نادى مناد :يا أهل الجنة، إن لكم عند الله موعدا يريد أن ينجزكموه، فيقولون :وما هو؟ ألم يثقل الله موازيننا، ويبيض وجوهنا، ويدخلنا الجنة وينجنا من النار؟ قال : فيكشف الحجاب، فينظرون إليه، فوالله ما أعطاهم الله شيئا أحب إليهم من النظر، يعني إليه، ولا أقر لأعينهم (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٨٧)

نکتہ: محققین اہلِ علم وصوفیاء نے انہی آیات سے (کہ کافر بطورِسزا رب کے دیدار سے قیامت کو محروم و محجوب رکھے جائیں گے اور مومن بطورِانعام دیدارِخداوندی سے مشرف ہوں گے) یہ اخذ کیا ہے کہ رب تعالیٰ کی محبت ہر انسان کے ضمیر وسرشت میں گوندی گئی ہے، مومن دنیا میں انبیاء کی انگلی پکڑ کر، آسمانی شریعتوں سے روشنی لے کر مخلوقات اور مظاہرِ قدرت میں کھو جانے اور ان ہی میں مگن ہو کر رہ جانے سے بچ جاتا ہے، اللہ کی ذات وصفات اور اس کے احکام وتعلیمات سے واقف ہو کر اسی کے تحت زندگی گزار دیتا ہے۔

کافر وگمراہ شخص مخلوقات ومظاہرِ فطرت میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے، ان بڑی بڑی مخلوقات سے مرعوب ہو کر ان میں الوہیت، خالقیت، رازقیت یا مالکیت کی صفات ڈھونڈنے اور ماننے لگتا ہے، کیونکہ انبیاء اور وحی الٰہی کی روشنی سے اس نے روگردانی کر کے خود راستہ طے کرنا چاہا، خود منزل تک پہنچنا چاہا، تو اس کے سامنے تو مخلوقات ومظاہرِ قدرت کے جلوے پھیلے ہوئے تھے، رب کی ذات تو غیب میں تھی، ایمان کے کنکشن سے اس رب سے ربط واتصال ہوسکتا تھا، اور یہ کنکشن انبیاء کے واسطے سے، آسمانی شریعتوں کے اتباع کے راستے سے حاصل ہوتا ہے، جب یہ حاصل نہ ہوا، تو زمین سے آسمان تک جو جلوے پھیلے ہوئے تھے، وہ تو اس رب کے تخلیقات و مخلوقات کے تھے، انسان انہی سے مرعوب ومتاثر ہو کر اور پوری رغبت ومحبت، جو اس کے دل میں اس کی جبلت، فطرت وطبیعت میں رب نے اپنے لیے رکھی تھی، اس نے مخلوقات پر نچھاور کر دی، کسی نے بُت پر، کسی نے عہدہ ومنصب، حکومت وسلطنت پر، کسی نے مال و دولت پر، کسی نے مادی ساز وسامان وآسائشوں پر، کسی نے دنیا کے فانی حسن وحسینوں پر، نتیجہ یہ کہ محبت ولگاؤ اور الفت کا فطری جذبہ جو بنی آدم کی سرشت میں اللہ نے اپنے لیے رکھا تھا، وہ حسن فانی اور مظاہر فطرت پر اسے دنیا میں نچھاور کر آیا۔

اور مومن نے یہ جذبہ رب ہی کے قابل سمجھا، اور رب ہی پر دنیا میں نچھاور کیا، اور رب کو ترجیحات کی فہرست میں سرِفہرست رکھا، تو آج قیامت میں جو حقائق کے آشکارا ہونے کا دن ہے، جب حسنِ فانی کے سب نقشے مٹ جائیں گے، مظاہر فطرت کی جلوہ آرائیاں نابود ہوجائیں گی، حسنِ باقی اور رب کی ذات اپنی صفات کمال کے کامل مظاہرے کے ساتھ جلوہ گر ہوگی، تو جنہوں نے دنیا میں اس کو نہ پہچانا اور اس کا حق اس کو نہیں دیا (ماننے کا، جاننے کا) آج وہ اس کے دیدار سے محروم رکھے جائیں گے، حالانکہ ان کی آنکھیں اب کھل گئی ہوں گی، سب فانی نقشوں کی، حسن وحسینوں کی محبتیں مٹ کر خالقِ حسن کے جمالِ جہاں آراء کی محبت واپنائیت ان کے دلوں میں بھی موجزن ہوگی، اور اس جمالِ جہاں آراء سے دنیا میں غافل ومحروم رہنے پر پشیمانی بھی، پھر پوران کو ہوگی، لیکن افسوس کہ آج ان کو خالقِ حسن کے دیدار سے، جن بتوں میں وہ الوہیت وربوبیت کے کرشمے ڈھونڈتے تھے، ان باطل وفانی خداؤں کے بھی خالق ومالک کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا، کیونکہ دارالعمل سے وہ آج دارالجزاء میں پہنچ چکے ہیں۔

ان کی آنکھیں اب کھلی ہیں، جب کہ وقت گزر گیا، امتحان کی گھڑیاں پوری ہوچکی ہیں، جبکہ مومن دنیا میں حقیقت تک پہنچ چکا تھا، مخلوقات میں الجھے بغیر خالق کی معرفت اسے حاصل ہوچکی تھی، امتحان میں وہ سرخرو ہو چکا ہوگا، تو آج اسے دیدارِالٰہی کی نعمت حاصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حافظ ابن کثیر نے اسی قرینے سے دیدارِ خداوندی یہاں مراد لی ہے، چنانچہ فرمایا:

قیل معناه الی الله عز وجل و هذا مقابل لما وصف به اولئک الفجار (ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۴۱)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہوگی کہ اسی رب کے نام پر تو اس نے زندگی تج دی تھی، اسی کو اپنی ترجیحات میں سرِ فہرست رکھا تھا، اسی تک پہنچنا اور اسے حاصل کرنا، تو اسے زمین و آسمان اور اس کی ساری مخلوقات و نعمتوں اور حسن و حسینوں سے زیادہ مرغوب تھا، آج وہ خالقِ حسن کے جمالِ جہاں آراء کے دیدار سے اور رب کے وصال سے متمتع و مستفید ہوگا، غالباً امیر خسرو نے کہا تھا:

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد　　　اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

کہ اے دل شکر و شیرینی زیادہ میٹھی و چاشنی دار ہے، یا اس شکر کا خالق جس نے ہر میٹھی چیز میں مٹھاس ہر ذائقے دار چیز میں ذائقہ، ہر گل میں رنگ و بو، ہر بلبل و کوئل میں نغمہ بھرا ہے، ہر لیلیٰ اور ہر حسین کو روپ و نقشہ اور حسن و خوبصورتی عطا کی ہے۔ اے دل یہ چاند زیادہ حسین ہے، یا جس نے یہ چاند ڈیزائن و منور کیا ہے۔ جس نے گلاب کو رنگ و بو عطا کیا ہے، وہ خود کتنا حسین ہوگا، حسن و خوبروئی جمال و کمال، لذت و مٹھاس، چاشنی و شیرینی سے اس کی ذات کیسی لبریز ہوگی، جس کے منبع صفاتِ جمال سے ہر آن ہر لحہ کائنات ارض و سماء میں حسن و رعنائی، جمال و کمال، سڈول و تناسب، فن و ہنر، خود آرائی و زیبائی کے لاکھوں کروڑوں نقشے بن بن کر اور سانچے ڈھل ڈھل کر نشر ہو رہے ہیں، بن بن کر مٹ رہے ہیں اور فنا ہو رہے ہے۔

ہر موسم بہار میں جس کے ہاتھ کی کاریگری ہر گل بوٹے کو سنوار کر زمین کو حسن کی سبز پوشاک اڑا دیتی ہے، اور رنگ و بو سے فضاؤں کو معطر اور باغ و چمن کو نہال کر دیتی ہے، اور بنتِ حواء کی گود میں پلنے والی انسانی نسلوں کو حسن جہانتاب سے وہ نہال کر دیتا ہے کہ اس کے بنائے اور ڈھالے ہوئے ان فانی نقش ہائے حسن میں مگن ہو کر انسان اس خالق حسن کو بھول جاتا ہے، تو قیامت میں جب یہ سب نقشے مٹ کر وہ حقیقی لازوال حسن پہلی دفعہ جلوہ آراء ہوگا (غافلوں کی کوتاہ نگاہوں کے سامنے) تو اس کی محبت و پیار میں مگن و محو ہو جانے کا وہ کیسا سامان ہوگا؟ اس سے کوئی کیسے صبر کر سکے گا، اسی بات کو روم کے عارف مولائے رومی نے یوں تعبیر کیا ہے:

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن　　　صبر کے داری زرب ذوالمنن

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں　　　صبر چوں داری زنعم الماہدون

مفہوم: اے غافل انسان تو آج دنیا میں بیوی بچوں سے صبر نہیں کر سکتا، ان کی محبت میں کھو کر آخرت سے غافل اور ظلم و خیانت و حق تلفی مخلوقات سے باز نہیں رہتا، حالانکہ فرزند و زن کی یہ نعمت اللہ کی بخشی ہوئی ہے، تو خود اس رب سے کل قیامت کو کیسے صبر کرے گا، جس نے فرزند و زن کی یہ نعمت اور اس کی یہ محبت پیدا کی ہے، اس کے بغیر تیرا گزارا کیسے ہوگا۔

اے وہ شخص کہ اس فانی و حقیر دنیا کی فانی نعمتوں (عہدہ و منصب، مال و دولت، رزق و روزی، حسن و جمال) سے تو صبر و قرار اپنے اندر نہیں پاتا، تو کل جب اس سارے سسٹم کا خالق یہ نقشہ مٹا کر خود تیرے سامنے جلوہ آراء ہوگا، تو اس سے کیسے صبر کرے گا؟ (لہٰذا دنیا میں سب مخلوقات کی محبت کو رب کی محبت کے ماتحت رکھو، تا کہ بقدرِ ضرورت یہ بھی ملیں، اور قیامت میں رب بھی ملے)

وہ خالقِ دو جہاں جس دل میں آئے ہے　　　مزے دو جہاں سے بڑھ کر وہ پائے ہے

میرا خیال ہے اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سورہ مطففین میں قیامت کے دن اللہ کے دیدار سے محرومی کو کافروں اور مجرموں کے لیے ایک اہم سزا کے طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہے (کلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون) اور مومنین کے لیے اللہ کے دیدار کو اس دن ایک بڑی نعمت کے طور پر کیوں ذکر کیا ہے۔

على الارائک ينظرون　　　وجوه يومئذ ناضرة، الى ربها ناظرة (سورة القيامة)

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے بھی چار تفسیریں ذکر کر کے ترجیح اسی کو دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ویخطر ببالی تفسیر رابع و هو اشرف من الکل وهو انهم ینظرون الی ربهم

(تفسیر کبیر، ج۱۳، ص ۸۹)

(4)...... **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ** (سورة البروج، رقم الآيات ۱۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے اچھے اعمال کیے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

(5)...... **وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ . لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ . فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ . لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً . فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ . فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ . وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ . وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ. وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ** (سورة الغاشية، رقم الآيات ۸ الی ۱۶)

ترجمہ: کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنی کمائی سے راضی ہوں گے، اونچے باغات میں ہوں گے، نہیں سننے کو ملے گی وہاں بیہودگی (بکواس، اول فول) اس (جنت) میں چشمہ ہوگا رواں دواں، اس (جنت) میں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے، اور آبخورے سامنے چنے ہوئے، اور غالیچے صف بہ صف بچھے ہوئے، اور مخملیں بچھونے (فرش وفروش) جابجا پھیلے ہوئے۔

(6)...... **يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ . ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً . فَادْخُلِي فِي عِبَادِي . وَادْخُلِي جَنَّتِي** (سورة الفجر، رقم الآيات ۲۷ الی ۳۰)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان، لوٹ جا اپنے رب کی طرف، اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر شامل ہو جا میرے بندوں میں، اور داخل ہو میری جنت میں (سورہ فجر)

نفس کی تین قسمیں

قرآن مجید نے نفس انسانی کا جابجا تذکرہ کیا ہے، نفس کیا ہے اور روح کیا؟ اس کا آئندہ (آیاتِ جنت کی تشریح کے اختتام پر) تذکرہ ہوگا، یہاں نفس کی تین اقسام جو قرآن نے ذکر کی ہیں، یعنی نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ، اور نفس مطمئنہ، ان کی مختصر سی عام فہم وضاحت کی جاتی ہے۔

قرآن نے سورہ یوسف آیت 53 میں (تیرہویں پارے کے آغاز پر) نفسِ امّارہ کا ذکر کیا ہے، سورہ

قیامہ کے آغاز میں نفس لوّامہ کا ذکر کیا ہے، یہاں سورہ فجر میں نفس مطمئنہ کا ذکر کیا ہے۔

﴿نفس امّارہ﴾...... یہ نفس کا ابتدائی جبلّی درجہ ہے، اس درجہ میں نفس کی تمام رغبت، شہوات و خواہشات کی تکمیل اور وقتی فانی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی طرف ہوتی ہے، تمام نفوسِ انسانی جو ہدایت وتربیت کے مرحلے سے نہ گزری ہوں، اسی درجہ پر ہوتی ہیں، یعنی کثرت سے برائی کا، تکمیلِ شہوات کا حکم کرنے والا نفس، غفلتوں میں مبتلا نفس، امّارہ امر سے مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی بہت زیادہ برائی کا حکم دینے والا نفس جس کو قرآن مجید نے یوں تعبیر کیا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (سورة يوسف، رقم الآية ۵۳)

کہ یقیناً نفس بہت زیادہ (شدت وکثرت سے) حکم کرنے والا ہے برائی کا۔ پھر جب نفس کو اچھے برے کا احساس وادراک ہو جائے، وہ ہدایت پا جائے، برائی سے ناگواری اسے ہونے لگے، تو یہ نفسِ لوّامہ ہو جاتا ہے۔

﴿نفسِ لوامّہ﴾...... یعنی برائی کا ارتکاب ہونے پر اسے ملامت و پشیمانی پیدا ہو، توبہ وتلافی کر کے اسے سکون ملتا ہو، یہ درجہ اہلِ ایمان کا، اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کرنے والوں کا ہے، وہ گناہوں کو بُرا سمجھتے ہیں، بدی وبرائی سے رُکے رہتے ہیں، شامتِ نفس سے ارتکابِ گناہ ہو جائے، تو ان کو پشیمانی وندامت لاحق ہوتی ہے۔ مسلمان کو اس درجہ سے پیچھے نہ رہنا چاہئے، اسی درجہ سے سعادت کے دروازے کھلتے ہیں، یہی درجہ نجاتِ اخروی کا باعث بن جاتا ہے، اور اس درجہ کو طے کر کے اصحابِ عزیمت آگے نفسِ مطمئنہ کے تکمیلی درجہ کو پہنچتے ہیں۔

﴿نفس مطمئنہ﴾...... یہ انبیاء واولیاء اور اربابِ عزیمت کا نفس ہے، اس مرحلہ پر شریعت طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، نفس قابو ہو جاتا ہے، گناہ سے تنفر ووحشت پورے درجے میں پیدا ہو جاتا ہے، انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں، ان سے تو گناہ کا صدور ہی نہیں ہوتا، اولیاء واتقیاء سے صدور ممکن تو ہوتا ہے، لیکن عادۃً اس مرحلہ پر پہنچنے کے بعد صدور کی نوبت نہیں آتی، یا شاذ ونادر کبھی آ بھی جائے، تو فوراً متنبہ ہو کر تلافی وازالہ اس درجہ کا کر لیتے ہیں کہ وہ ازالہ بھی قابلِ رشک ہوتا ہے، صحابہ واولیاء کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

نفسِ مطمئنہ کا یہ اعزاز ہے کہ قیامت میں اس سے خصوصی خطاب ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا پروانہ اسے مرحمت فرمائیں گے، اور سے مقامِ رضا جو اونچا مقام ہے، عطا فرمائیں گے، اور جنت کی طرف اسے لوٹنے کا حکم ہوگا، گویا یہ جنت سے ہی دنیا میں گئی تھی، آج واپس جنت میں خاص شان کے ساتھ لوٹے گی۔

Idara Ghufran

(7)...... فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى . فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى
(سورة الليل، رقم الآيات ٥ الى ٧)

ترجمہ: سوجس نے عطا کیا اور ڈرتا رہا، اور تصدیق کی بھلی بات (کلمۂ اسلام) کی، ہم بتدریج اسے پہنچادیں گے آسانی میں (جس کا آخری درجہ جنت ہے) (سورہ لیل)

(8)...... إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (سورة التين، رقم الآيات ٦)

ترجمہ: مگر جولوگ ایمان لائے، اور اچھے عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا بدلہ ہے (سورہ تین)

ملاحظہ: سورہ انشقاق کی آخری آیت (نمبر 35) بھی اسی طرح ہے، بعینہٖ یہی الفاظ ہیں (سوائے اس کے کہ وہاں "فلھم" کی بجائے "لھم" ہے) اس کا بھی یہی مفہوم ہے، اور نہ ختم ہونے والا اجر ظاہر ہے کہ دخولِ جنت اور اس کے انعامات کی صورت میں ہوگا۔

(9)...... إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ . جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (سورة البينة، رقم الآيات ٧ و ٨)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے، اور عملِ صالح کیا کیے، سب خلقت میں سے بہترین لوگ ہیں، ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں باغات ہیں، ہمیشہ رہنے کے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ابدالآباد تک ان میں رہیں گے، اس حال میں کہ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی، یہ اس کے لیے ہے جو ڈرا اپنے رب سے (سورہ بینہ)

(10)...... فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ . فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ . وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ . فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (سورة القارعة، رقم الآيات ٦ الى ٩)

ترجمہ: سوجس کے بھاری ہوئے تول، وہ من مانے عیش میں ہوگا، اور جس کے تول ہلکے ہوئے، تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے (یعنی بھڑکائی ہوئی آگ دوزخ کی، جیسا کہ اگلی آیت میں ہے) (سورہ قارعہ)

تشریح: عیشة، راضیہ یعنی من پسند عیش سے جنت کی زندگی مراد ہے۔

(آیات "تذکرہ جنت" بحمداللہ مکمل، آگے "تتمہ" آئے گا۔ محمد امجد حسین)

مقالات و مضامین   قاری جمیل احمد

فوت شدہ بچے، مومن کی بخشش کا توشہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی موت میں ایک بڑی حکمت ہے، اگر وہ حکمت انسان کے سامنے رہے، تو چھوٹے بچوں کے مرنے پر غم کے ساتھ خوشی کا بھی ایک پہلو سامنے ہوگا، لوگوں کو اولاد کے بڑے بڑے ہونے کی خوشی صرف اس لیے ہے کہ ان کا نفس یوں ہی چاہتا ہے، ورنہ ان کو کیا خبر کے بڑے ہوکر یہ کیسا ہوگا، والدین کے لیے باعثِ راحت ہوگا یا وبالِ جان ہوگا، پھر وہ بڑا ہوکر مرے، تو یہ خبر نہیں کہ وہ والدین کو آخرت میں نفع دے گا یا خود ہی سہارے کا محتاج ہوگا، اور بچپن میں مرنے والے بچے آخرت کے لیے بہت کام آئیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ یہ بچے آخرت میں کہیں گے کہ ہم جنت میں نہ جائیں گے، جب تک ہمارے ماں باپ کو ہمارے ساتھ نہ کیا جائے، ہم تو ان کو اپنے ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ:

أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ أَدْخِلْ أَبَوَيْکَ الْجَنَّةَ (ابن ماجه، حديث نمبر ١٦٠٨)

یعنی اے ضدی بچے! اپنے رب سے ضد کرنے والے، جا اپنے والدین کو بھی جنت میں لے جا، اس وقت یہ خوش خوش جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ جائیں گے۔

تو یہ بے گناہ بچے اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے والدین کی بخشش کے لیے ضد کریں گے، اور اگر بچہ بڑا ہوکر مرجائے، تو دل کو یہ سمجھا لو کہ نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہوگی، شاید اگر یہ اور زندہ رہتا، تو دین کو بگاڑ لیتا یا دنیا میں وبالِ جان ہوجاتا۔

اولاد نہ ہونے کی حکمت

اگر کسی کے بالکل بھی اولاد نہ ہو، تو وہ یوں سمجھے کہ میرے لیے یہی حکمت ہے، نہ معلوم اولاد ہوتی تو کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا، چنانچہ خدا نے مجھے اولاد نہیں دی، تو میں اس کو اپنے لیے عین حکمت سمجھتا ہوں، اولاد نہ ہونے میں بعض کے لیے ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اس شخص کے تعلقات دنیا میں نہیں بڑھتے، اور

اولاد والے کے تعلقات بہت بڑھ جاتے ہیں، اہلِ عرف کے نزدیک دنیا کے اندر پھنستا ہے، وہ جو صاحبِ اولاد ہو، بس اللہ تعالیٰ پر یہ یقین رکھو کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد دے، تو اس کے لیے اولاد ہونا اچھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں، تو اس کے لیے اولاد نہ ہونا اچھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دیں، اور دے کر لے لیں، تو اس کے لیے یہی مصلحت ہے۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت

ایک صحابیہ خاتون حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ ان کا ایک بچہ بیمار تھا، ان کے خاوند حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ باہر سے آ کر اس کا حال دریافت کرتے، ایک دن اس بچے کا انتقال ہوگیا، اور شام کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آئے، تو حضرت ام سُلیم نے ان پر ظاہر نہ کیا کہ بچہ کا انتقال ہوگیا، تاکہ سن کر پریشان نہ ہوں، اور پریشانی میں کھانا نہ کھاسکیں، بلکہ جب انہوں نے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ تو یہ جواب دیا کہ اب تو سکون ہے (یہ جھوٹ نہ تھا، کیونکہ موت سے بڑھ کر کیا سکون ہوگا، جس کے بعد حرکت کی امید نہیں) یہ سن کر انہوں نے کھانا کھایا، اور رات کو بیوی کی طرف میلان بھی ہوا، بیوی نے بے انتہاء صبر کیا کہ اس سے بھی انکار نہ کیا، جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں، بھلا اگر کسی نے ہم کو کوئی چیز بطورِ امانت کے دی ہو، پھر بعد میں وہ اپنی امانت کو واپس لینا چاہئے، تو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی چاہئے کہ جب مالک اس کو واپس لینا چاہئے، تو بڑی خوشی سے واپس کردیا جائے، حضرت ام سُلیم نے کہا کہ آپ اپنے بچہ پر صبر کرلیں، اور خوشی کے ساتھ اس کے دفن کا سامان کرلیں، کیونکہ بچہ خدا کی امانت تھا، اور خدا نے اپنی امانت لے لی ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے مجھے رات کو خبر کیوں نہ دی؟ بیوی نے کہا کہ اگر رات کے وقت آپ کو خبر کرتی تو رات کو دفن کرنے میں مصیبت اور دقّت ہوتی، اور آپ رات بھر پریشان رہتے، اور کھانا بھی نہ کھاتے، اس لیے میں نے رات کے وقت آپ کو خبر نہیں کی۔

پھر صبح جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، اور اس سارے واقعہ کی خبر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ام سلیم خاتون کا فعل بہت پسند آیا، اور میں امید کرتا ہوں کہ آج رات تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے مبارک اولاد عطا فرمائی (چنانچہ عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو بڑے عالم، بڑے سخی اور صاحبِ اموال واولاد تھے) (بخاری، حدیث نمبر 5470)

تو حضرت ام سلیم نے سچ فرمایا کہ یہ اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس امانت کو جب اللہ تعالیٰ لینا چاہیں، تو خوش ہو کر اللہ کی امانت کو اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے۔

اس پر شاید یہ سوال ہوگا کہ یہ امانت ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی محبت کیوں دی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، تا کہ پرورش ہو سکے، کیونکہ بغیر محبت کے اس غلاظت کے پوٹ کی پرورش کرنا مشکل ہے، اسی لیے غیر کی اولاد پالنا بہت دشوار ہے، اور جب بچہ کی پرورش ہو جاتی ہے، تو محبت میں بھی کمی ہونے لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے کے ساتھ ویسی محبت نہیں ہوتی، جیسی چھوٹے سے ہوتی ہے، غرض اولاد کو بھی خدا کی چیز سمجھا جائے کہ اس کی امانت چند روز ہمارے پاس ہے، پھر اس کے نتیجہ میں بچے کے فوت ہونے پر زیادہ پریشانی نہ ہوگی، کیونکہ پریشانی کی وجہ تو یہی ہے کہ تم ان کو اپنی چیز سمجھتے ہو، اور یہ سمجھ کر ان کے متعلق تجویزیں کرتے ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان الله له ملک السموات و الارض

یعنی مالک بھی وہی ہے، مَلِک بھی وہی ہے (از وعظ الاجر النبل، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ محرم: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ محرم ۷۰۰ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عماد عبدالحمید بن عبدالہادی بن یوسف بن محمد بن قدامۃ بن مقدام مقدسی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۵۷)

□......ماہِ محرم ۷۰۱ھ: میں حضرت احمد بن عبدالرحیم بن شعبان مقری دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۶۵)

□......ماہِ محرم ۷۰۲ھ: میں حضرت زینب بنت ابی بکر عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیم مقدسیۃ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۵۳)

□......ماہِ محرم ۷۰۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن حسون عدل قرشی نہری مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۸۵)

□......ماہِ محرم ۷۰۹ھ: میں حضرت ابوالہدیٰ احمد بن یحییٰ بن علامۃ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام سلمی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۱۱)

□......ماہِ محرم ۷۱۰ھ: میں حضرت عبدالحمید بن غشم بن محمد مقدسی صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۵۱)

□......ماہِ محرم ۷۱۲ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن داؤد بن نصر ہکاری کردی مقری صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۳۶)

□......ماہِ محرم ۷۱۶ھ: میں حضرت ابوالفضل مؤنس بن معمر بن محارب حورانی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۳۴۹)

□......ماہِ محرم ۷۱۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ زاہد صالح ترکی جبنی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۴۴)

□......ماہِ محرم ۷۱۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم عمر بن عبدالعزیز بن حسین بن عتیق بن رشیق فقیہ معمر مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۷۳)

□......ماہِ محرم ۱۹ے ھ: میں حضرت ابو محمد عبدالرحیم بن یحییٰ بن عبدالرحیم بن فرج بن مسلمۃ دمشقی قلانسی مقبری مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۹۲)

□......ماہِ محرم ۲۰ے ھ: میں حضرت ابوالقاسم محمد بن محمد بن حسین بن عتیق بن رشیق مالکی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۲۶۸)

□......ماہِ محرم ۲۲ے ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طبری مکی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۵۱)

□......ماہِ محرم ۲۳ے ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن عثمان بن عبداللہ بن غدیر طائی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۲۵)

□......ماہِ محرم ۲۵ے ھ: میں حضرت ابراہیم بن مسیّب بن محمد بن ابی الفوارس کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۶۰)

□......ماہِ محرم ۲۶ے ھ: میں حضرت علی بن محمد بن علی بن ابی القاسم سکاکری عدوی صالحی دمشقی شروطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۴۷)

□......ماہِ محرم ۲۷ے ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن منعۃ بن منیع بن مطرف معمر مبارک قنوی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۶۴)

□......ماہِ محرم ۲۹ے ھ: میں حضرت امِ علی فاطمہ بنت عبداللہ بن عمر بن عوض رحمہا اللہ کی وفات ہوئی۔
(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۱۰۸)

□......ماہِ محرم ۳۶ے ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن یوسف بن محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۶۵)

□......ماہِ محرم ۳۷ے ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن سلمان بن حمائل غانم زاہد مقدسی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۴۱)

□......ماہِ محرم ۳۸ے ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن عبدالمحسن بن احمد بن محمد حسینی غرافی اسکندرانی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۱۲۸)

□......ماہِ محرم ۴۲ے ھ: میں حضرت شرف الدین حسین بن علی بن بشارۃ الشیخ شرف الدین حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۱۶)

علم کے مینار — امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:14) — مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

عبادت وریاضت میں امام ابوحنیفہ کا مقام (حصہ اول)

عبادات واخلاق

کتاب وسنت کی تعلیم، حلقۂ درس کے انعقاد، تحصیلِ حدیث اور فقہ کے لیے مکہ ومدینہ کے اسفار، فقہ کی تدوین، علمی ومعاشی مشاغل اور تجارتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ میں بھی پوری زندگی بسر کی، اور عبادت گزاری اور زہد تقویٰ آپ کی زندگی کا لازم وملزوم پہلو تھا۔

چنانچہ آپ کی سوانح اور حالاتِ زندگی سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نہایت عبادت گزار، زاہد(آخرت کو دنیا اور اس کی عیش وعشرت پر ترجیح دینے والے) تھے، اور آپ کی ذات نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس ارشاد: ''فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى''

''کہ تم ترجیح دو باقی رہنے والی آخرت کو، فنا ہونے والی دنیا پر''

کا مظہر تھی۔[1]

---

[1] چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول اللہ صلى الله عليه وسلم قال: من أحب دنياه أضر بآخرته، ومن أحب آخرته أضر بدنياه، فآثروا ما يبقى على ما يفنى (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٦٩٧)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی دنیا سے محبت کی، تو اس نے اپنی آخرت کا نقصان کیا، اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی، تو اس نے اپنی دنیا کا نقصان کیا، پس تم ترجیح دو باقی رہنے والی آخرت کو، فنا ہونے والی دنیا پر (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ دنیا سے محبت کرنے کے نتیجہ میں آخرت کا نقصان ایک لازمی سی بات ہے، اور اسی طرح آخرت سے محبت کے نتیجہ میں دنیا کا نقصان ہونا بھی ایک ظاہری سی بات ہے، جو کہ کبھی تو دشمن کے خوف وڈر سے، کبھی مال میں تو کبھی اولاد کی کمی کی صورت میں بھی دیکھنا پڑتا ہے، لیکن مومن کو اس قسم کے امتحانات پر صبر کرنے کی صورت میں بہترین اجر اور انعام واکرام سے بھی نوازے جانے کا وعدہ ہے، جو کہ ایک طرح سے دنیا کا بھی فائدہ ہے، یعنی اس کی دنیا کہ جس کو اس نے اپنی آخرت کے لیے قربان کیا، اور اپنی دنیاوی زندگی کو شریعت کے بتائے ہوئے سانچے میں ڈھال لیا، تو یہی دنیاوی زندگی بروزِ قیامت اس کے کام آئے گی، اور یہ عارضی اور فانی جسم والی زندگی اس کی نجات کا سبب بن جائے گی۔

بصورتِ دیگر دنیاوی زندگی کو اپنا منتہا اور اپنا سب کچھ بنانا، اور اس کے مقابلے میں اللہ کے حضور پیش ہونے سے غافل ہو جانا، اور دین و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ کے سامنے دنیا کی مال و دولت بھی رکھی گئی، مگر آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا، اور آپ کو کوڑوں سے بھی پیٹا گیا، مگر آپ ثابت قدم رہے، اور جن مناصب وعہدوں کے لیے لوگ پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں، آپ نے ان سب کو قبول نہیں کیا۔

آپ کو ذکر و عبادت میں خاص لطف آتا تھا، اور آپ ان کو بڑے ذوق وشوق اور خلوص سے ادا کرتے تھے، اور اس باب میں آپ کی شہرت حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی تھی۔

مشہور امام وفقیہ اور آپ کے شاگردِ خاص امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں امام صاحب کے ساتھ جا رہا تھا، تو راستے میں لڑکوں نے آپ کو دیکھ کر پکارنا شروع کر دیا کہ یہی ابو حنیفہ ہیں، جو راتوں کو نہیں سوتے (یعنی عبادت ونوافل میں مشغول رہتے ہیں) [1]

اور عبدالمجید بن ابو روّاد کہتے ہیں کہ میں نے ایامِ حج میں ابو حنیفہ سے زیادہ طواف، نماز اور فتویٰ میں کسی کو مشغول نہیں دیکھا، آپ ساری رات (عبادت) اور پورا دن (نماز، روزہ کی حالت) میں رہ کر بھی تعلیم دیا کرتے تھے، میں (دورانِ حج) مسلسل دس دن اس بات کا مشاہدہ کرتا رہا کہ وہ طواف، نماز اور تعلیم وتعلّم میں مصروف رہ کر نہ راتوں کو سوئے اور نہ دن میں گھنٹہ بھر آرام کیا۔ [2]

معلوم ہوا کہ دورانِ حج وعمرہ بھی آپ اپنے معمولات جاری رکھتے تھے، جیسا کہ رات میں عبادت ونوافل کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اسلام کے بتائے ہوئے احکام سے رُوگردانی کرنا، اور یہاں کی رنگینیوں کو میں کھو جانا، اور مال و دولت اور اولاد سے محبت میں اعتدال سے ہٹ کر، افراط وتفریط کا مرتکب ہونا، خود اپنی آخرت کو خراب کرنے اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ تاہم آخرت سے محبت کے نتیجہ میں دنیا میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اس کا دنیا میں بھی بہتر صلہ عطا فرماتے ہیں، جس کے بدلہ میں انسان کی زندگی اطمینانِ قلب اور سکون کی گزرتی ہے، اور اس کے مال و اولاد میں بھی ایسی برکت ڈال دی جاتی ہے کہ ان سب کے ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اپنے رب سے ملاقات اور آخرت کا متلاشی رہتا ہے، اور یہ چیزیں اس کو ان سے غافل کرنے کا سبب نہیں بنتی، بلکہ باعثِ رحمت بن جاتی ہے۔ اسی کو یوں ارشاد فرمایا کہ:

فآتاهم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الآخرة والله يحب المحسنين (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۴۸)

ترجمہ: سو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی اجر وثواب سے نوازا، اور آخرت کا (عمدہ اور حقیقی) ثواب واجر بھی ان کو عطا فرمایا، اور اللہ محبت کرتا نیک لوگوں سے۔

[1] عن أبى يوسف بينا أنا أمشى مع أبى حنيفة إذ سمع الصبيان يصيحون هذا أبو حنيفة الذى لا ينام الليل (اخبار ابى حنيفة، ص ۵۳)

[2] عبد المجيد بن أبى راود ما رأيت أصبر على الطواف والصلاة والفتيا بمكة من أبى حنيفة إنما كان كل الليل والنهار فى طلب الآخرة لنفسه والنجاة للمعاد صبورا على تعليم من يجيئه ويطلب العلم لقد شاهدته عشر ليال فما رأيته نام بالليل ولا هدأ ساعة من نهار من طواف او صلاة او تعليم علم (ايضاً، ص ۵۳)

اہتمام، دن میں روزہ رکھنا اور تعلیم وفتویٰ وغیرہ، آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ دورانِ حج وعمرہ، چاہے مکہ ہو یا مدینہ، آپ سے علمی فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

اور ابونعیم کہتے ہیں کہ میں اعمش، مسعر، حمزہ زیّات، مالک بن مغول، اسرائیل، عمرو بن ثابت اور بھی بہت سے علمائے کرام کی صحبت میں رہا کہ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور میں نے ان کے ساتھ اوران کی اقتداء میں نماز بھی پڑھی، مگر کسی کو ابوحنیفہ سے سے اچھی نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا، وہ نماز سے پہلے دعا وگریہ زاری کرتے تھے، اور دیکھنے والا بے ساختہ بول اٹھتا تھا کہ ”اللہ کی قسم یہ شخص اللہ سے ڈر رہا ہے“۔ ۱

اور شُریک کا بیان ہے کہ میں نے بھی بہت سے علمائے کرام کو دیکھا، مگر ان میں سے کسی کو بھی ابوحنیفہ سے اچھا راتوں کو اٹھ کر عبادت گزار نہیں دیکھا، میں ایک سال تک آپ کی خدمت رہا، اس دوران آپ برابر بستر سے کنارہ کش رہے۔ ۲

وضوئے عشاء سے نمازِ فجر کی ادائیگی

امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں انیس (19) سال تک آپ کی صحبت میں رہا، اور میں نے دیکھا کہ آپ اس دوران فجر کی نماز، رات کے اول وہلے میں کیے ہوئے وضو (یعنی عشاء کی نماز کے وضو) سے پڑھتے رہے، اور میں نے آپ کو، اپنے علم پر خود بھی عمل کرنے اور لوگوں کو بھی سکھانے سے زیادہ حریص آپ کے علاوہ کسی نہیں پایا، ایک دفعہ میرا ایک بچہ فوت ہوگیا، تو مجھے اس کی تجہیز وتدفین کا حکم دیا گیا، بس یہ ایک دن تھا جو مجھ سے آپ کی صحبت سے خالی رہا۔ ۳

اور آپ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے بھی آپ کی صحبت سے ایک سال تک فائدہ اٹھایا، اور اس دوران مجھے اس بات کا کثرت سے تجربہ ہوا کہ آپ قائم اللیل اور صائم النہار بزرگ

---

۱ أبا نعيم يقول لقيت الأعمش ومسعرا وحمزة الزيات ومالک بن مغول وإسرائيل وعمرو بن ثابت وشريكا وجماعة من العلماء لا أحصيهم فصليت معهم فما رأيت رجلا احسن صلاة من أبى حنيفة ولقد كان قبل الدخول فى الصلاة يدعو ويسأل ويبكى فيقول القائل هذا والله يخشى الله (اخبار ابى حنيفة، ص ۵۴)

۲ شريک قال رأيت حماد بن أبى سليمان وعلقمة بن مرثد ومحارب بن دثار وعون ابن عبد الله بن عتبة وعبد الملک بن عمير وأبا همام السلولى وموسى بن طلحة وأبا حنيفة رضى الله عنهم فما رأيت فى القوم أحسن ليلا من أبى حنيفة ولقد كنت معه سنة فما رأيته وضع جنبه على فراش (ايضاً)

۳ ابا يوسف يقول اختلفت إلى أبى حنيفة تسع عشرة سنة فرأيته يصلى الغداة على وضوء أول الليل وما رأيت أحرص منه على علم يعمل به ويعلمه الناس ولقد مات لى ابن فى حياة ابى حنيفة فأمرت من يتولاه ويدفنه ولم أدع مجلس ابى حنيفة قلت يفوتنى يوم من أبى حنيفة (ايضاً)

شخصیت تھے، اور کسی دوسرے کے مال سے ایک لقمہ تک کے کھانے کو بھی پسند نہیں فرمایا کرتے تھے، اور آپ اکثر صبح کی نماز، نمازِ عشاء والے وضو سے پڑھا کرتے تھے، اور آپ پوری رات عبادت میں گزار دیا کرتے تھے۔ [۱]

اور بعض کتبِ تاریخ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے چالیس سال تک فجر کی نماز، عشاء کی نماز سے کیے ہوئے وضو سے ادا کی، اور اگر زیادہ مبالغہ سے کام نہ بھی لیا جائے، تو تب بھی اتنی بات تو واضح ہے کہ رات کا اکثر حصہ آپ عبادات ونوافل کے اہتمام میں گزارا کرتے تھے، اور بستر سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوتے تھے، اور فجر تک اس کا اہتمام جاری رہتا تھا۔

ایک رات اور ایک رکعت میں ختمِ قرآن

خارجہ بن مصعب کا بیان ہے کہ چار ائمہ دین نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا ہے:

(1)......عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (2)......تمیم داری رضی اللہ عنہ (3)......سعید بن جبیر رحمہ اللہ (4)......امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ [۲]

اور خود آپ کا اپنا بیان میں ہے کہ کہ قرآن میں مجید میں ایسی کوئی سورت نہیں کہ جس کو میں نے نفل نماز میں نہ پڑھا ہو۔ [۳]

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ ایک دن اور ایک رات میں ایک قرآن مکمل کر لیا کرتے تھے۔ [۴]

اور آپ کے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ کثرت صلاۃ اور عبادت کے اہتمام کی وجہ سے آپ کو ’’وتد‘‘ (یعنی ہمہ تن تیار ومستعد) کا لقب دیا جاتا تھا۔ [۵] (جاری ہے.........)

---

[۱] الحمانی قال حدثنی أبی قال صحبت أبا حنيفة قريبا من سنة فما رأيته نهارا مفطرا ولا ليلا إلا قائما ولا يدخل إلى جوفه لقمة من مال احد وكان يصلى الغداة على طهور أول الليل وكان يختم كل ليلة عند طلوع الفجر الأول ويصلى ركعتين عند طلوع الفجر الثانى وكان يقطع الليل كله بالعبادة (اخبار ابى حنيفة، ص ۵۵)

[۲] خارجة بن مصعب يقول ختم القرآن فى ركعة أربعة من الأئمة عثمان بن عفان وتميم الدارى وسعيد بن جبير وأبو حنيفة رضى الله عنهم (ايضاً)

[۳] عن أبى حنيفة رضى الله عنه قال ما فى القرآن سورة إلا قد أوترت بها (ايضاً)

[۴] ابن سماعة قال سمعت أبا يوسف يقول كان أبو حنيفة يختم القرآن كل يوم وليلة ختمة (ايضاً)

[۵] أخبرنا عبد الله بن الشاهد قال ثنا مكرم قال ثنا محمد بن أحمد السدوسى قال حدثنى أبو يوسف محمد بن بكر قال سمعت أبا عاصم النبيل يقول كان أبو حنيفة يسمى الوتد لكثرة صلاته (ايضاً)

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عادل عمر، عہد گر عمر (رضی اللہ عنہ)

شبلی مرحوم نے ''الفارق'' لکھ کر اردو خواں طبقے پر بڑا احسان کیا ہے کہ اسلام کے اس عبقری اور چمنستانِ نبوت کے گل سرسبد کی سیرت اور نظامِ سلطنت کا ہر قابلِ ذکر پہلو آشکارا کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا فاتحینِ عالم، کشور کشاؤں، فلاسفہ وحکماء، مدبرین وسلاطینِ عالم سے تقابل کر کے دکھایا ہے کہ ایک ہی شخص ہے جو عبقریت وکمال کی ان جملہ صفات سے متصف ہے، جو ہرِ عبقری میں الگ الگ پائی جاتی رہی ہیں، پھر بھی وہ ان سب سے ان تمام صفات وکمالات میں فوقیت وبازی لے گیا ہے۔ ؎

یک چراغےاست دریں خانہ کہ ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

حکمرانی اور کشورستانی کی جہت کو لیں، تو دنیا میں جس قدر حکمران گزرے ہیں، ہر ایک کی عظمت وسطوت کے پیچھے کوئی مشہور مدبر یا سپہ سالار چھپا ہوا تھا، اگر وہ مدبر اور سالار نہ رہا، تو اس بادشاہ کی کشور کشائی کی شان وہیں دب گئی اور نظمِ سلطنت کا شیرازہ جاتا رہا۔

سکندر اعظم ہر موقع پر ارسطو کے رہنما مشوروں کے زیرِ ہدایت چلتا اور فتح وظفر کے پھریرے لہراتا جاتا۔

اکبرِ اعظم کی قہرمانی وجہانبانی کی تہہ میں ابو الفضل وغیرہ نورتن چھپے تھے، مہدی وہارون الرشید کی عظمت برامکہ کے بل پر تھی، لیکن عمر کو اپنے دست وبازو کا بل تھا، خالد بن ولید کی معرکہ آرائیوں سے لوگوں کو خیال ہوا کہ فتح وظفر ان کے دم قدم سے ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پرزہ ہی بدل دیا، اور کسی کو احساس تک نہ ہوا کہ مشین کا کونسا پرزہ بدل گیا، سعد بن وقاص فاتح ایران کے متعلق بھی یہی خیال اور حضرت عمر کا یہی اقدام ہوا، لیکن مجال کیا ہے کہ فتح وظفر کے دھاروں نے رخ پھیرا ہو؟ حضرت عمر کی مردم شناس نگاہیں ہر عبقری کو ڈھونڈ نکالتیں، اور اس سے کام لیتی تھیں، لیکن وہ نظامِ سلطنت کی مشین کو اس طرح چلاتے کہ جس پرزے کو جہاں سے چاہا نکال لیا، اور جہاں چاہا لگا دیا، اور جس پرزے کو چاہا بالکل ہٹا دیا، اور حسبِ ضرورت نئے پرزے ڈھال لیے۔ ؎

زمانہ عہد میں ہے اُس کے محوِ آرائش بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

دنیا میں ہر حکمران کو ملکی ضرورتوں کی وجہ سے عدل وانصاف کی حدود سے تجاوز کرنے کی بھی نوبت آتی رہی، نوشیرواں عادل تک کا دامن اس داغ سے صاف نہیں، یہ حضرت عمر ہی تھے، جن کے دامن پر ایسا داغ نہیں، دنیا کے مشہور اور عبقری سلاطین جن ممالک اور خطوں میں پیدا ہوئے، اور جہانبانی کی، وہاں مدت سے حکومت کے آئین وقواعد قائم تھے، اور وہ متمدن علاقے تھے، اس لیے ان سلاطین کا کام بہت آسان تھا، بخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ جس امی لقب قوم اور صحرائی خطے میں پروان چڑھے، وہ شاہی محلات میں پروان چڑھنے والے شہزادوں کی زندگی سے مختلف صورتِ حال تھی، سنِ کہولت تک پہنچنے تک حکومت وسلطنت کے کسی تجربے سے وہ نہ گزرے تھے، اور آغازِ شباب تو اونٹ چرانے میں گزرا تھا۔

اس لائف اسٹائل کے ساتھ جب ایک وسیع سلطنت قائم کرنے کی نوبت حضرت عمر کے حصہ میں آئی، جو داخلی طور پر مثالی ملکی انتظامات پر جیسے تقسیم صوبہ جات واضلاع، انتظام محصولات اور تنظیمِ مالیات واقتصادیات، مثالی عدالتی نظام، محکمہ فوجداری اور پولیس، پبلک ورکس اور سوشل خدمات، نظامِ تعلیم، نظامِ صحت مشتمل تھی، تو خارجی طور پر ایک منظّم، استوار و باجبروت محکمہ فوج پر بھی مشتمل تھی، جو لڑتو شام وروم اور فارس وایران میں رہی ہوتی تھی، اور قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کے ساتھ ساتھ ان باجبروت فراعنہ وقت کے گریبان بھی جن کی بازی گاہ تھے، لیکن اس آرمی کی ہائی کمان کا جی ایچ کیو مسجدِ نبوی کے چھپڑ کے نیچے خاک آلود فرش پر قائم تھا، جہاں سے پل پل کی خبر رکھ کر گائیڈ لائن جاری ہوتی تھی، اور جس کے سفارت کاروں نے قیصر وکسریٰ کے ایوانوں اور مشرق ومغرب کی باجبروت سلطنتوں میں کامیاب سفارتکاری کر کے خارجہ پالیسی کے اطوار دنیا کو سکھائے، حضرت عمر کی قرآن وسنت سے مستفاد خارجہ پالیسی کے انہی خطوط پر امام محمد بن حسن شیبانی نے ’’کتاب السیر‘‘ لکھ کر اسلام کے قانون بین الاقوام کا پورا چارٹر اور فلسفہ مرتب کر کے دنیا کو فراہم کیا، جس سے پہلے مسلمانوں نے اور پھر اپنے نشاۃِ ثانیہ کے عہد میں مغرب نے استفادہ کیا، ان سارے کارناموں میں حضرت عمر کا ہم پایہ تاریخ کا کون سا جدید یا قدیم حکمران، فاتح عالم اور کشور کشا ہو سکتا ہے؟

دنیا کی تاریخ میں ذرا دوربین لے کر نکل جاؤ، اور ایسا حکمران ڈھونڈ لاؤ، جس کی معاشرت اور رہن سہن یہ ہو کہ قمیص میں دس پیوند لگے ہوں، کندھے پر مشک رکھ کر غریب، بیواؤں کے گھر پانی بھرآتا ہو، فرشِ خاک جس کا بچھونا ہو، اس کے گھر میں چاندی نہ سونا ہو، بازاروں میں بے دھڑک نکل جاتا ہو، اور اپنے تاجروں کی تجارت کی مانیٹرنگ کر کے اسلامی اقتصادیات کے اصول وضابطہ ہائے اخلاق برسرِ زمین مرتب کرتا

ہو، جس کی راتیں گلی کوچوں میں گشت کرکے رعایا کی خبر گیری اور عدل وانصاف حقیقی معنوں میں عوام کی دہلیز تک پہنچانے میں گزرتی ہوں، جو اونٹوں کی سائسی کرتا اور ان کے بدن پر خود تیل ملتا ہو، جو سرکار ودربار، خدم وحشم، نقیب وچاؤش، ہٹو بچو کی صداؤں اور پروٹوکول کی جلوہ آرائیوں سے ناآشنا ہو، لیکن اس کا دبدبہ یہ ہو کہ روم وفارس کے حکمران اور مشرق ومغرب کی سلطنتیں جس کے نام سے لرزتی ہوں۔

جو زلزلے سے لرزتی، کانپتی زمین کو ٹھوکر مار کر ساکن رہنے کی تلقین کرتا ہو کہ ابھی عمر زندہ ہے اور انصاف کا کاروبار تیرے سینہ پر ہو رہا ہے، سکندر وتیمور، چنگیز وہلاکو فوج کی پلٹنیں اور خون آشام تاتاریوں کے ٹڈی دَل جلو میں لے کر نکلتے تھے، تو ان کا رعب قائم ہوتا تھا، لیکن عمر شام کے سفر پر اس شان کے ساتھ نکلا کہ آقا وغلام اور حاکم ومحکوم، خادم ومخدوم دونوں کے لیے محض ایک اونٹ فراہم تھا، جس پر نوبت بہ نوبت سفر جاری تھا، لیکن شام میں کہرام بپا تھا کہ فاتح عالم، کشور کشا ان دیار کا رخ کر چکا ہے، اور القدس الشریف میں پوپ ورہبان مقدس انجیلیں کھولے صحائفِ مقدسہ کی بیت المقدس کے فاتح کے متعلق پیشین گوئیوں کا جائزہ لے رہے تھے، جس میں لکھا تھا کہ وہ فاتح عالم بیت المقدس میں اس شان سے وارد ہوگا کہ سواری پر اس کا غلام سوار ہوگا، اور وہ اونٹ کی لگام تھامے حراماں حراماں چل رہا ہوگا۔ ؎

فقط اسلام یہ منظر پیش کرتا ہے کہ آقا دل دیئے پیدل سواری پر غلام آیا

علمی حیثیت سے بھی ذرا جائزہ لو کہ جو صحابہ اجتہاد، افتاء وقضاء کے منصب پر اور تعلیم وارشاد کی مسند پر فائز تھے، جن کی کل وقتی سرگرمیاں یہی تھیں، عبداللہ بن عباس، زید بن ثابت، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، ان کے مسائل واجتہادات اور فیصلوں کا حضرت عمر کے اجتہادات وارشادات اور فیصلوں سے موازنہ کرو، یہاں بھی حضرت عمر کی عبقری شان نمایاں تر ہی رہتی ہے، زمانہ مابعد میں اسلامی علوم خوب پھیلے پھولے اور شاخ درشاخ ہوئے، حدیث، تفسیر، روایت، درایت، فقہ واصول میں ایک سے بڑا ایک یگانہ روزگار مثل ابو حنیفہ، محمد بن اسماعیل بخاری، رازی وغزالی، پیدا ہوئے، لیکن حضرت عمر نے ان ابوابِ شرع میں جس باب میں جو کچھ فرمایا، اس کی تقلید واتباع ہی کرتے بن پڑی۔

اخلاق اور اعلیٰ انسانی صفات کے باب میں دیکھو، زہد وقناعت، تواضع وانکساری، خاکساری وسادگی، راستی وحق پرستی، صبر ورضا، شکر وتوکل یہ تمام اوصاف حمیدہ حضرت عمر میں جس درجے میں پائے جاتے تھے کیا جنید وبایزید، سری سقطی، معروف کرخی، ابراہیم ادہم اور ابوبکر شبلی رحمہم اللہ میں ان سے بڑھ کر بھی ہو سکتے تھے؟

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر کی جامعیت وکاملیت کا کچھ اس طرح خاکہ کھینچا ہے:

''سینۂ فاروق اعظم را بمنزلہ خانہ تصور کن کہ درہائے مختلف دارد در ہر درے صاحب کمالے نشستہ در یک در مثلاً سکندر ذوالقرنین باہمہ سلیقہ ملک گیری وجہاں ستانی وجمع جیوش و برہم زند اعداء در دیگر نوشیروانے باہمہ رفق ولین ورعیت پروری وداد گستری (اگرچہ ذکر نوشیروان در مبحث فضائل حضرت عمر فاروق سوء ادب است) ودر دیگر امام حنیفہ یا امام مالکے، باں ہمہ قیام بہ علم فتویٰ واحکام ودر دِیگر مرشدے مثل سید عبدالقادر جیلانی یا خواجہ بہاؤالدین ودر درِدیگر محدثے بروزن ابوہریرہ وابن عمر ودر دِیگر حکیمے مانند مولانا جلال الدین رومی یا شیخ فرید الدین عطار ومردماں گرداگرد ایں خانہ ایستادہ اند وہر محتاجے حاجت خود را از صاحبِ فن درخواست می نماید وکامیاب می گردد'' (ازالۃ الخفاء، بحوالہ الفاروق، آخر کتاب)

آپ کی منقبت

عادل عمر، عظیم عمر، عہد گر عمر	اسلام کا وقار وحشم سربسر عمر
ہر نکتۂ فلاح رہا جن کے سامنے	ہر جادۂ حیات میں مثل خضر عمر
تھا امت وارتقاء کے تقاضوں سے بہرہ مند	میدانِ کارزار میں سینہ سپر عمر
ایک امتزاجِ عشق وخرد اس کی ذات میں	روشن ضمیر صاحبِ فتح وظفر عمر
احسان وعدل کی وہ علامت ہے آج بھی	آج بھی زمانے کے لب پر عمر عمر
پہلی اذاں سے گونج اٹھی کعبے کی فضا	ایمان لائے جب شہِ والا گہر عمر
ہوتا عمر جو ہوتا نبی میرے بعد	اس حکمِ مصطفیٰ سے گرامی قدر عمر
ایران میں چھپے ہوئے دشمن کی دے خبر	یا ساریا! پکارے جو وہ دیدہ عمر
دریائے نیل نامہ سے جس کے ہوا رواں	اللہ کے جلال کا وہ نامہ بر عمر
اعرابی کو جو دے حقِ تنقید برملا	ایمان کے نور سے جو ہوا معتبر عمر
عادل عمر، عظیم عمر، عہد گر عمر	اسلام کا وقار وحشم سربسر عمر
ہر نکتۂ فلاح رہا جن کے سامنے	ہر جادۂ حیات میں مثل خضر عمر

(حفیظ جالندھری)

Idara Ghufran

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

شیطان کے حملوں سے بچاؤ کیسے ہو؟

پیارے بچو! شیطان کبھی اللہ کی بہت عبادت کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ اللہ کے مقرب لوگوں میں سے ہو گیا تھا، پھر جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کر کے ان کی نسل سے زمین کو آباد کرنا چاہا، تو فرشتوں اور شیطان کو اسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، سارے فرشتوں نے اللہ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا، مگر شیطان کو اس کی پست فطرتی نے سجدہ کرنے سے روک دیا، شیطان کو اللہ نے جنت سے نکال دیا، اور سزا دینے کا ارادہ کیا جس پر شیطان نے قیامت تک مہلت مانگی، اللہ نے مہلت دینے کے ساتھ شیطان کو وسوسوں کی حد تک اختیار دیا، اس طرح اللہ نے شیطان کو مہلت دی، اور اس میں انسان کا امتحان بھی رکھ دیا۔

پس انسان پر شیطان کا اختیار صرف وسوسے ڈالنے کی حد تک ہے اب انسان کے دل میں کچھ اچھے خیالات آتے ہیں، اور کچھ بُرے، اچھے خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے لاتے ہیں، اور برے خیالات نفس و شیطان کی طرف سے، اچھے خیالات پر شریعت کے اصولوں کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اور برے اور گناہ کے خیالات پر عمل کرنے سے بچنا چاہیے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں شیطان کے وسوسے پاکی ناپاکی، اور چھوٹی چھوٹی چیزوں سے شروع ہوتے ہیں، جیسے فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا، فلاں کو اللہ نے پیدا، تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اس طرح شیطان اپنا راستہ بناتا ہوا انسان کو دین کی حد سے باہر نکال دیتا ہے، نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق جب ایسا ہونے لگے تو ''اعوذ باللہ'' پڑھنا چاہیے، اور بائیں طرف تھتکار دینا چاہیے۔

اب وسوسوں کی کچھ قسمیں ہیں، کچھ ایسے ہیں جو صرف دل میں آئے اور گئے، ان پر اللہ نے کوئی پکڑ نہیں رکھی، دوسرے وہ جو دل میں آئے اور دل ان کے رنگ، ان کی لذت کی طرف متوجہ ہونے لگے، لیکن پھر فوراً احساس ہو جائے اور ان کو جھٹک دے، یہ بھی معاف ہیں، تیسرے دل کا ان کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ ان کو عملی جامہ پہنانے کا کچا پکا ارادہ، ان کو اللہ کی خاطر چھوڑ دینے سے نہ صرف یہ معاف ہوتے ہیں، بلکہ ان کے چھوڑنے اور دل سے باہر نکال دینے سے بندہ مستحق ثواب ہوتا ہے، چوتھے ان وسوسوں پر عمل اور عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ پکڑ کرتے ہیں، اور گناہ لکھا جاتا ہے، اگر اللہ کی رضا

کی خاطر ان کو بھی چھوڑ دیا جائے، تو باعثِ ثواب ہوتے ہیں۔
شیطان کا کام انسان کو طرح طرح کے وسوسے پیدا کر کے سیدھے راستے سے بھٹکانا ہے، ان سے بچنے کا حل ایک تو ''اعوذ باللہ'' پڑھنا ہے، دوسرا آخری دو سورتیں پڑھنا ہے، شیطان چونکہ جنات کی جنس سے ہے، اور نبی علیہ السلام کا جنات سے حفاظت ان دو سورتوں کے پڑھنے کے ذریعہ حاصل کرنا ثابت ہے (رواہ الترمذی)
نیز آخری سورت میں ''من شرالوسواس'' کا ذکر صاف موجود ہے، جس سے مراد شیطان ہے، اس لیے ان دو سورتوں سے شیطان سے پناہ حاصل کرنے کے ساتھ برے خیالات اور وسوسوں سے بچنا آسانی ممکن ہے۔
روزانہ سونے سے پہلے تین مرتبہ یہ دونوں سورتیں ''بسم اللہ'' سمیت پڑھ کر ہر دفعہ ہاتھوں پر دَم کریں، اور پورے جسم پر جہاں تک بآسانی ہاتھ پہنچ سکے، مَل لیں، اس طرح شیطانوں سے حفاظت رہے گی۔

حاصل ہونے والا سبق

دیکھو بچو! معاملے کا آغاز کتنا چھوٹا ہوتا ہے، اور انجام کتنا بڑا؟ کہ ہر شر و شرارت، فساد و خرابی اور گناہ کی ابتداء نفس اور شیطان کی طرف سے وسوسہ ڈالنے سے ہوتا ہے، اس مرحلے پر اس وسوسے کو دبا دیا جائے، اور پر عمل درآمد کی نوبت انسان نہ آنے دے، تو بات ختم، ورنہ اس وسوسے پر عمل کرنے سے پھر ہر طرف تباہی و خرابی پھیل جاتی ہے، قتل، چوری، ڈاکہ، خیانت، ظلم، لڑائی جھگڑے، حق تلفیاں، خاندانی نسلوں، قوموں، فوجوں اور لشکروں کے بڑے بڑے جھگڑے، قتل و خونریزی، معرکہ آرائیاں۔
اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم نفس و شیطان کے ان حملوں سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بچا سکیں۔ ؎

نفس و شیطان ہے خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے غافل ذرا سنبھل

بزمِ خواتین

مفتی طلحہ مدثر

ازواج مطہرات کے نکاح (قسط 9)

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح

معزز خواتین! حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ تھا بعض نے ہند بھی روایت کیا ہے، لیکن زیادہ مشہور اپنی کنیت سے ہی ہیں۔ یہ قریش کے سردار ابوسفیان کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صفیہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، نبی علیہ السلام سے نسب کے اعتبار سے آپ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ قریب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

" رملة بنت أبی سفيان صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف"

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

" صفيه بنت ابی العاص بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف "

اس لحاظ سے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب والد اور والدہ دونوں کی طرف سے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب سے آپ کی چوتھی پشت میں مل جاتا ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا جبکہ ان کے والد ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف تھے اور مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیت سے دوچار کرتے تھے، نبی علیہ السلام کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے ان کا نکاح ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے بھائی اور نبی علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا، اسی کے ساتھ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حبشہ ہجرت کی جہاں انکی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے اس کی کنیت ام حبیبہ مشہور ہوگئی، اور نبی علیہ السلام سے نکاح کے بعد نبی علیہ السلام نے ان کی تربیت فرمائی اس لیے یہ نبی علیہ السلام کی ربیبہ ہیں، حبشہ جانے کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے شوہر کا

چہرہ مسخ ہوگیا ہے جب صبح اٹھیں تو ان کے شوہر نے ان سے کہا کہ ”میں نصرانی ہو چکا ہوں تم بھی مذہب بدل لو“ لیکن انہوں نے انکار کیا اور یہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہیں اور شوہر سے جدا ہوگئیں، ان کا شوہر عبیداللہ اسی حالت میں مرتد ہو کر مرا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حالات کا علم ہوا تو نبی علیہ السلام نے حضرت عمر بن امیہ ضمری کو نکاح کا پیغام دے کر حبشہ روانہ کیا، بعض روایات کے مطابق ان کو خواب میں نبی علیہ السلام سے نکاح کی بشارت بھی دی گئی تھی، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس پیغام کو خوش دلی سے قبول فرمایا اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کا خود نکاح پڑھایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود مہر ادا کیا، اور اپنی شان کے مطابق چار ہزار دینار مہر میں ادا کیے اور ولیمہ بھی اپنی طرف سے کیا، اس کے بعد سفر کے تمام انتظامات خود کر کے حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ تھا، اور تمام ازواج مطہرات میں سے صرف آپ ہی کے ساتھ اتنی مسافت کی دوری پر نکاح کیا گیا ورنہ باقی ازواج نکاح کے موقع پر شہر میں موجود تھیں، چنانچہ وہ خود اپنے نکاح کا واقعہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ جَحْشٍ فَهَلَكَ عَنْهَا وَكَانَ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عِنْدَهُمْ

(سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: وہ ابنِ جحش کے نکاح میں تھیں، اور ابنِ جحش ان لوگوں میں تھا، جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہیں اس کا انتقال ہوگیا، پس (شاہ حبشہ) نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، جبکہ وہ (یعنی امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نکاح کے وقت) حبشہ ہی میں تھیں (ابوداؤد)

اور فرماتی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ، وَأَمْهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَجَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهِ، وَبَعَثَ بِهَا مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ، وَلَمْ يَبْعَثْ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، وَكَانَ مَهْرُ

---

[1] رقم الحديث ۲۰۸۶، كتاب النكاح، باب فی الولی.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابی داود)

نِسَائِهٖ أَرْبَعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور وہ حبشہ کے علاقے میں تھیں ،اوران کا(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) نکاح (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے کیا،اوران کے نکاح کا مہر چار ہزار(دینار) مقرر کیا،اوراپنی طرف سے(مہر سمیت) ان کے سفر کا سامان اوراخراجات بھی مہیا کئے،اورشرحبیل بن حسنہ کے ساتھ ان کو(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بھیج دیا،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ حبیبہ کو کچھ نہیں بھیجا تھا،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اورباقی ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھا(نسائی)

اوران ہی سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ، وَكَانَ أَتَى النَّجَاشِيَّ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ إِسْحَاقَ: وَكَانَ رَحَلَ إِلَى النَّجَاشِيِّ فَمَاتَ، وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ وَإِنَّهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا إِيَّاهُ النَّجَاشِيُّ وَمَهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، ثُمَّ جَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهٖ، وَبَعَثَ بِهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ، وَجِهَازُهَا كُلُّهُ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، وَلَمْ يُرْسِلْ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، وَكَانَ مُهُورُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٧٤٠٨) [2]

ترجمہ: وہ(پہلے) عبیدُ اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، وہ(ملکِ حبشہ میں) ہجرت کرکے نجاشی کے یہاں گیا اور وہیں(مرتد ہوکر) فوت ہوگیا، پھر(عدت گزرنے کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا، اس وقت وہ حبشہ کے ملک میں تھیں، نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا، اوران کا مہر چار ہزار(دینار) مقرر کیا، اورانہیں اپنے یہاں سے(مہر سمیت) سفر کا انتظام کرکے(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ کی طرف) رخصت کردیا، اوران کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کردیا، اورامِ حبیبہ کے سارے اخراجات(مہر سمیت) نجاشی کی طرف سے

---

[1] رقم الحديث ٣٣٥٠، كتاب النكاح، باب القسط فى الأصدقة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث رجاله ثقات، وقد اختلف فى إسناده على الزُّهرى (حاشية مسند احمد)

ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یعنی امِ حبیبہ) کے پاس کچھ نہیں بھیجا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مہر چار سو درہم رہے ہیں (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

هَاجَرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ بِأُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ أَبِيْ سُفْيَانَ وَهِيَ اِمْرَأَتُهٗ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ أَرْضَ الْحَبَشَةِ، مَرِضَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، أَوْصٰى إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ حَبِيْبَةَ، وَبَعَثَ مَعَهَا النَّجَاشِيُّ شُرَحْبِيْلُ بْنُ حَسَنَةَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٠٢٧، كتاب الوصية) [1]

ترجمہ: عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے حضرت امِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور یہ ان کی بیوی تھیں، پھر جب وہ (اپنی اہلیہ کے ساتھ) حبشہ پہنچا، تو عبید اللہ بن جحش (کثرت شراب نوشی کی بنا پر) بیمار پڑ گیا، پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی بیوی وغیرہ کے متعلق) وصیت کی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی بیوہ) امِ حبیبہ سے (عدت گزرنے کے بعد) نکاح کرلیا، اور ان کے ساتھ (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے شرحبیل بن حسنہ کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بھیجا (ابنِ حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ، حبشہ میں ہوگیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھے، اور مہر اور مدینہ منورہ پہنچنے کا خرچہ بھی حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنی طرف سے تبرعاً ادا کردیا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا مہر باقی ازواج کے مقابلے میں زیادہ تھا، کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کا مقرر کردہ نہیں تھا بلکہ نجاشی طرف سے تھا، اس وقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلہن کو رخصت کرنے کے لیے برات وغیرہ کا لے کر جانا ضروری نہیں ہے اگر لڑکی کے اولیاء خود دلہن کو شوہر کے گھر پہنچادیں تو یہ نہ صرف جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے جس پر ناگواری کرنا درست نہیں، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شوہر کی طرف سے سارا مہر یا مہر کا کچھ حصہ ادا کردے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(جاری ہے............)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخارى (حاشية صحيح ابن حبان)

جھوٹے شخص کے لیے انتہائی دردناک عذاب

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، قَالَا : الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يَكْذِبُ بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (بخاری، رقم الحدیث 5736)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے، انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جس آدمی کو آپ نے (عالمِ بالا میں) اس حال میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے، وہ بہت بڑا جھوٹا تھا، اور اس طرح جھوٹ بولتا تھا کہ اس کا جھوٹ دنیا کے اطراف میں پھیل جاتا تھا، تو قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کے عذاب کا معاملہ ہوتا رہے گا (بخاری)

معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے کا عمل دین واسلام میں انتہائی مذموم عمل ہے، جس پر سخت وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس کا آغاز مرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اور بعض دفعہ دنیا میں بھی مال واولاد میں بے برکتی کی صورت میں ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

نفع ونقصان کی مالک اور عالم الغیب صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

(سورة الاعراف، رقم الآية ۱۸۸)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ، اور اگر میں غیب کا علم رکھتا، تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف، نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا، اور خوشخبری سنانے والا، ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں (سورہ اعراف)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ذات کے لیے بھی اللہ کے حکم کے بغیر نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہوتا، پھر دوسرے کے لئے کیونکر اختیار ہوگا، اس لیے ایسے اشعار پڑھنا یا سننا کہ جس میں کسی نبی کی یا پھر کسی نیک شخص کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہوں، جو اللہ کے ساتھ خاص ہوں، جائز نہیں۔ اس لیے اس قسم کی باتوں، اشعار، اور ایسی مبالغہ آمیز حمد ونعت کے سننے اور سنانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

Idara Ghufran

اشعار وکلام میں مبالغہ آمیزی شرعاً پسندیدہ نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار ابنِ سردار! اے ہمارے خیر ابنِ خیر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ لوگو! تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم پر حملہ نہ کردے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے کہ تم مجھے اس مرتبہ سے بڑھادو" جو اللہ کے یہاں میرا مرتبہ ہے" (مسند احمد، حدیث نمبر 12551)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُطْرُوْنِيْ، كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ، فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ، وَرَسُوْلُهٗ (بخاری، رقم الحديث 3445)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا، بس میں تو (اللہ کا) بندہ ہوں، تو تم (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (بخاری)

موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: " أَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هاذم اللذات" (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٩٩٥)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز (یعنی موت) کا کثرت سے ذکر (اور اس کو یاد) کیا کرو (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی لذتیں، جو انسان کو آخرت سے غافل اور گناہوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، ان کے فتنہ وحملہ سے بچنے کے لیے کثرت سے موت کو یاد کرنا مؤثر ذریعہ ہے، اور موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ انسان کا ہمہ وقت دنیا کی چیزوں سے واسطہ اور تعلق رہتا ہے، جس کی وجہ سے اس پر غفلت طاری ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے، جو گناہوں میں مبتلا ہونے اور نیکیوں سے محرومی کا سبب ہے، ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ تھوڑا بہت موت کو یاد کرلینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس غفلت سے نجات پانے کے لیے موت کو کثرت سے یاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تب ہی اس کے اصل فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

ایک نماز کی قضاء پر ایک ’’حقب‘‘ عذاب کی تحقیق (قسط1)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فضائلِ اعمال کے حوالہ سے آج کل ایک حدیث کو بہت زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک وقت کی فرض نماز کو قضاء کردے، پھر بعد میں اس کو پڑھ بھی لے، تب بھی اس ایک نماز کے صرف قضاء کردینے کی وجہ سے، اس شخص کوایک حقب یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ (28,800,000) برس، جہنم کے عذاب میں جلنا پڑے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شخص نماز کی پابندی کرتا ہے، اور اتفاق سے اس کی ایک نماز قضاء ہوجائے، وہ بھی اس وعید کا مستحق ہے، اگرچہ وہ بعد میں ادا بھی کرلے۔

اسی طریقہ سے نماز کے قضاء ہونے پر اور بھی سخت عذابوں اور وعیدوں کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہ ایک نماز کے قضاء کرنے پر جہنم کی سب سے گہری وادی میں ڈالا جائے گا، اور ’’ویل‘‘ کا عذاب ہوگا، اور اس سلسلہ میں سورہ مریم اور سورہ ماعون کی آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب اور وعید اس صورت میں بھی ہوگی، جب کہ قضاء شدہ نماز کو پڑھ بھی لیا جائے، جیسا کہ ایک ’’حقب‘‘ والی حدیث میں صاف طور پر اس کا ذکر آیا ہے۔

یہ سن کر بعض لوگ دین کو سخت محسوس کرتے ہیں، اور ان کو جب نماز پڑھنے کا کہا جاتا ہے، تو وہ پلٹ کر کہتے ہیں کہ اس طرح سے تو نماز کا معاملہ بہت سخت ہے، اور ہم سے اتنی پابندی مشکل ہے کہ کبھی بھی نماز قضاء نہ ہو، اور اگر کبھی قضاء ہوجائے، اور اس کو بعد میں ادا بھی کرلیا جائے، تب بھی تقریباً تین کروڑ برس تک عذاب میں جلنا پڑے گا، پھر زندگی بھر نمازوں کی پابندی کرنے اور اتفاق سے قضاء ہونے کے بعد ادا کرلینے کی جدوجہد کا کیا فائدہ ہوگا۔

بعض بزرگوں سے جب اس شبہ کا ذکر کیا گیا، اور اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے عالمِ دین تھے، انہوں نے جو بات لکھ دی،

اور اس کی جو تشریح بزرگوں نے بیان کردی، اسے بے چوں و چرا ماننا چاہئے، اور اس طرح کے شبہات نہیں کرنا چاہئے، ورنہ انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوسکتا ہے، اب ان حالات میں ہم کیا کریں؟ آپ سے گزارش ہے کہ اس حدیث اور نماز کے قضاء ہونے پر ان وعیدوں کی حیثیت کو واضح فرمائیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس سلسلہ میں غیر جانبدارانہ تحقیق فرما کر مستفید فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بہت جزائے خیر عطاء فرمائے

فقط

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ اعمال میں شامل رسالہ ''فضائلِ نماز'' کی فصلِ دوم ''نماز چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے، اس کا بیان'' کے ذیل میں حدیث نمبر 8 اور اس کا جو ترجمہ وتشریح بیان کی گئی ہے، اس کی عبارت درجِ ذیل ہے:

روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام قال: من ترک الصلاۃ حتی مضی وقتھا، ثم قضی ، عذب فی النار حقبا، والحقب ثمانون سنۃ والسنۃ ثلاث مائۃ وستون یوما، کل یوم کان مقدارہ الف سنۃ .

کذافی مجالس الابرار.

قلت: لم اجدہ فیما عندی من کتب الحدیث، الا ان مجالس الابرار مدحہ شیخ مشائخنا الشاہ عبدالعزیز الدھلوی رح.

ثم قال الراغب فی قولہ تعالیٰ : لابثین فیھا احقابا:قیل : جمع الحقب، ای : الدھر، قیل :والحقبۃ ثمانون عاما.والصحیح ان الحقبۃ مدۃ من الزمان مبھمۃ.

واخرج ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ "فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون" عن ابنِ عباس:ان فی جھنم لوادیا تستعیذ جھنم من ذلک الوادی فی کل یوم اربع مائۃ مرۃ، اعد ذلک الوادی للمرائین من امۃ محمد ، الحدیث.

وذکر ابواللیث السمرقندی فی قرۃ العیون عن ابنِ عباس :"ھو مسکن من یؤخر الصلاۃ عن وقتھا"وعن سعد ابن ابی وقاص مرفوعا "الذین ھم عن صلاتھم ساھون"قال : ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا، وصحح الحاکم والبیھقی

وقفه فی السنن الکبریٰ، واخرج الحاکم عن عبدالله، فی قوله تعالیٰ:"فسوف یلقون غیا"قال: واد فی جهنم ، بعید القعر ، خبیث الطعم، وقال: صحیح الاسناد.

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضاء کردے، گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا، اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کی ہوتی ہے، اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا، اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی (۲۸۸۰۰۰۰۰) (حدیث کا ترجمہ مکمل ہوا)

فائدہ: حُقب کے معنیٰ لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں، اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے، جو اوپر گزری، یعنی اسّی سال۔ "درِ منثور" میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہلال ہجری سے دریافت فرمایا کہ حقب کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے کہا کہ حقب اسی برس کا ہوتا ہے، اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار سال کے۔

یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔

اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا، وہ بھی جب ہی کہ اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو، اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم و زیادہ حدیث میں آئی ہے، مگر اول تو اوپر والی مقدار کئی احادیث میں آئی ہے، اس لئے یہ مقدم ہے، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم و بیش ہو (فضائلِ اعمال، صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲، ورسالہ فضائلِ نماز، ص ۳۷ و ۳۸، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی پاکستان)

(فضائلِ نماز کا مضمون مکمل ہوا)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ واقعتاً فضائلِ نماز میں مذکور اس حدیث اور اس کی تشریح کو آج کل بہت شہرت دی جاتی ہے، اور جگہ جگہ اس کی بعض لوگوں کی طرف سے اس انداز میں تبلیغ کی جاتی ہے کہ اس کے مطابق عقیدہ بنالیا گیا ہے، پھر اس پر کئی قسم کے سوالات وشبہات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ جو شخص نماز کی وقت کے ساتھ پابندی کا اہتمام کرتا ہو، اور پھر اتفاق سے ایک نماز قضا ہوجائے، جس کو وہ بعد میں ادا بھی کرلے، اور اداء کرلینا اس کی تلافی کی ایک شکل ہے، تب بھی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس کے طویل زمانہ تک جہنم کے عذاب میں مبتلا رہنا پڑے گا، جو بظاہر ایک حرج وتنگی والا حکم ہے، اور ظاہر ہے کہ اس معیار پر شاید بہت ہی کم لوگ پورا اتر سکتے ہیں، اور یہ وعید اس اعتبار سے بھی محلِ نظر قرار پاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابۂ کرام کی بھی بعض مواقع پر عذر میں نماز قضاء ہوئی، جس کو بعد میں اداء کرلیا گیا، مگر آج کل اس طرح کی عمومی وعید میں معذور وغیر معذور سب لوگوں کو شامل کرلیا جاتا ہے، جبکہ اسلام میں اس طرح کے حرج وتنگی کو نہیں رکھا گیا۔

اس لئے اس حدیث اور مذکورہ مضمون کی تعصب سے بالاتر ہوکر غیر جانبدارانہ تحقیق کی گئی، جس کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ [1]

جاننا چاہئے کہ اسلام میں ہر دن، رات میں پانچ وقت کی نماز کو فرض کیا گیا ہے، اور ہر نماز کو حتی الامکان اپنے وقت پر پڑھنے کی تاکید بیان کی گئی ہے، اور بلا عذر نماز قضا کردینے کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کی فرض کی گئی ہے (سورہ نساء)

---

[1] ہمیں اس موقع پر قدرے تأسف کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک مخصوص گروہ کا حال تو یہ ہے کہ وہ تبلیغی جماعت اور فضائلِ اعمال کی مخالفتِ کلی کی بنیاد پر فضائلِ اعمال میں مذکور احادیث وروایات کی علی الاطلاق تردید کرتا ہے، جبکہ اس کے برعکس ایک طبقہ وہ ہے کہ جو تبلیغی جماعت اور فضائلِ اعمال کی حمایت میں مذکورہ ہر قسم کی احادیث وروایات اور مواد کو حق وصواب اور درست قرار دینے کو اپنا نصب العین سمجھتا ہے، یہاں تک کہ فضائلِ اعمال کے باب کو بنیاد بنا کر شدید ضعیف بلکہ موضوع احادیث وروایات کو خفیف ضعیف کا درجہ دے کر قبول کرنے پر اصرار کرتا ہے، اور خفیف ضعیف احادیث کے فضائل کے باب میں معتبر ہونے کی شرائط کا بھی لحاظ نہیں کرتا، ہمارے نزدیک یہ دونوں قسم کے طبقے افراط وتفریط کا شکار ہیں۔

اور راہِ حق واعتدال ان دونوں طبقات کے درمیان دائر ہے کہ جس حدیث وروایت وغیرہ کا جو درجہ ثابت ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھا جائے، نہ اس سے گرایا جائے، اور نہ بڑھایا جائے، اور اس کی متعلقہ شرائط کا بھی لحاظ کیا جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کا ایک وقت مقرر ہے، اور نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اور بلا معقول عذر کے اس کو قضا کر دینا گناہ ہے۔ [1]

لیکن نماز قضاء ہونے کے سلسلہ میں آج کل بعض لوگوں کی طرف سے متعدد وعیدوں کے ذکر کرنے میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے، جس سے بہت سے عوام کے ذہنوں میں دین کا مشکل تصور قائم ہوتا ہے، اور خود اس طرح کے غلو ومبالغہ کو اسلام میں پسند بھی نہیں کیا گیا۔

ایک نماز کی قضا پر ایک ''حقب'' جہنم کی وعید کی روایت

اس کے بعد عرض ہے کہ ایک نماز قضا کرنے پر، گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ''حقب'' یا دو کروڑ اور اٹھاسی برس تک جہنم میں جلنے کے عذاب کی مذکورہ حدیث کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے ''مجالس الابرار'' کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

اور ''مجالس الابرار'' کے اصل نسخہ میں رجوع کرنے کے بعد ہمیں اس کی درجِ ذیل عبارت دستیاب ہوئی۔

روی انه علیه السلام قال: من ترک الصلاة حتی مضی وقتها، ثم قضی، عذب فی النار حقبا.

والحقب ثمانون سنة، والسنة ثلاث مائة وستون یوما، کل یوم کان مقداره الف سنة (مجالس الابرار مع خزینة الاسرار، ص ۳۲۰، المجلس الخمسون فی بیان فرضیة الصلاة بالکتاب والسنة واجماع الامة والوعید فی حق تارکها،مطبع مصطفائی)

---

[1] (موقوتا) أی مقدرا وقتها فلا تؤخر عنه(تفسیر الجلالین ، ص ۱۲۱ ، تحت آیت ۱۰۳ من سورة النساء)

إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا فرضا محدود الأوقات لا يجوز إخراجها عن أوقاتها فی شیء من الأحوال(تفسیر البیضاوی، ج۲ ص۹۴، تحت رقم الآیة ۱۰۳ من سورة النساء)

(إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا) أی فرضا فی أوقات معلومة لها(احکام القرآن جصاص، ج۱ ص۲۸، تحت رقم الآیة ۳ من سورة البقرة)

(إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً) أی واجبة فی أوقات معلومة قاله :ابن مسعود ، وابن عباس ، ومجاهد ، والسدی ، وقتادة ، وزید بن أسلم ، وابن قتیبة .ولم یقل موقوتة ، لأن الكتاب مصدر ، فهو مذكر . وروی عن ابن عباس :أن المعنى فرضاً مفروضاً ، فهما لفظان بمعنى واحد ، والظاهر الأول أی :فرضاً منجماً فی أوقات .وقال أبو عبد الله الرازی :أجمل هنا تلك الأوقات وفسرها فی أوقات خمساً (تفسیر البحر المحیط ، ج۴ص۵۴، تحت رقم الآیة ۱۰۳ من سورة النساء)

Idara Ghufran

مجالس الابرار کی اس عبارت میں مذکورہ حدیث کی کوئی سند اور کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ مذکور نہیں۔

بلکہ ''روی انه علیه السلام'' کے غیر معروف اور مجہول جملہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور مجالس الابرار خود سے حدیث کی کوئی ایسی کتاب ہے نہیں، جس کے مصنف نے احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو، ''مجالس الابرار'' دراصل ایک عربی زبان کی کتاب ہے، جس کے مصنف شیخ احمد رومی ہیں، اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ''مجالس الابرار'' کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں:

حضرت شیخ شاہ عبدالعزیز العمری الدہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ نے اس کتاب کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے، حضرت شاہ صاحب کی عبارت یہ ہے:

''کتاب ''مجالس الابرار'' علم ووعظ ونصیحت میں اسرارِ شریعت وابوابِ فقہ وابوابِ سلوک ورد بدعات وعاداتِ شنیعہ کے فوائدِ کثیرہ پر شامل ہے۔

ہمیں اس کے مصنف کا اس سے زیادہ حال معلوم نہیں، جتنا کہ اس تصنیف سے ظاہر ہوتا ہے، وہ یہ کہ اس کا مصنف ایک عالم، متدین، متورع اور علومِ شرعیہ کے فنونِ مختلفہ پر حاوی تھا، اور کیا اچھی بات کسی نے کہی ہے کہ کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے کام کو دیکھو، کیونکہ آدمیوں کی پہچان حق بات سے ہوتی ہے، نہ حق بات کی پہچان آدمیوں سے، واللہ اعلم بالصواب''

(مجالس الابرار اردو، صفحہ ۳۶، بعنوان ''تذکرۂ مصنف مجالس الابرار'' مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مجالس الابرار علم، وعظ ونصیحت وغیرہ سے متعلق ایک مفید کتاب ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تعریف فرمائی ہے۔

لیکن صرف اس بنیاد پر مذکورہ کتاب میں کسی حدیث کے موجود ہونے سے اس حدیث کا باسند ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، جب تک کہ کسی معتبر سند سے اس کا ثبوت نہ ہو۔

اور فضائلِ نماز میں خود شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو مجالس الابرار کے حوالہ سے ذکر کر کے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اپنے پاس موجود کتبِ حدیث میں اس حدیث کو نہیں پایا، سوائے اس کے کہ مجالس الابرار کتاب کی ''شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ'' نے تعریف فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں عبارت یہ ہے۔

”کذافی مجالس الابرار. قلت: لم اجده فیما عندی من کتب الحدیث، الا ان مجالس الابرار مدحه شیخ مشائخنا الشاہ عبدالعزیز الدهلوی رح“. (فضائلِ نماز، حوالہ بالا)

اورہمیں بھی کتبِ حدیث کے ذخیرہ میں تلاشِ بسیار کے باوجود اس حدیث کی سند اور اصل کا پتہ نہیں چل سکا، اور اس کا کتبِ حدیث میں کہیں سے کہیں تک وجود نہیں مل سکا، جس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوئے کہ بظاہر یہ حدیث موضوع ہے، جس پر عقیدہ رکھنا اور اس کی تبلیغ وتشہیر کرنا درست نہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ: إِیَّاکُمْ وَکَثْرَۃَ الْحَدِیْثِ عَنِّیْ، فَمَنْ قَالَ عَنِّیْ فَلا یَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا، وَمَنْ قَالَ عَلَیَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر تشریف فرما ہونے کی حالت میں سنا کہ تم میری طرف سے زیادہ حدیث بیان کرنے سے بچو، پس جو شخص میری طرف سے کوئی بات کہے، تو حق اور سچ ہی کہے، اور جس نے میرے بارے میں وہ بات کہی، جو میں نے نہیں کہی تھی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (حاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا أَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کردے (مسلم، ابوداؤد)

---

[1] رقم الحدیث ۳۷۹، کتاب العلم.

قال الحاکم: وفی حدیث محمد بن عبید، حدثنی ابن کعب وغیرہ، عن أبی قتادۃ .هذا حدیث علی شرط مسلم، وفیه ألفاظ صعبة شدیدۃ، ولم یخرجاہ .وله شاهد بإسناد آخر عن أبی قتادۃ .

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

[2] مقدمة،باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۹۹۲، باب فی التشدید فی الکذب.

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَفٰی بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کر دے (ابن حبان)

رہا یہ شبہ کہ اگر یہ حدیث معتبر سند سے ثابت نہیں، تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''فضائلِ نماز'' میں اس کو کیوں ذکر کیا؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے اپنی ذمہ داری اس سلسلہ میں پوری فرمادی ہے، آپ نے صاف تحریر فرمادیا ہے کہ میں نے ''مجالس الابرار'' میں یہ روایت پائی ہے، لیکن اپنے پاس موجود کتبِ حدیث میں اس حدیث کو نہیں پایا، جیسا کہ باحوالہ پہلے گزرا۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات تحریر فرما کر دوسرے اہلِ علم حضرات کو اس کی تحقیق کی طرف متوجہ فرمادیا کہ مجھے تو کتبِ حدیث میں یہ حدیث نہیں مل سکی، اب دوسرے اہلِ علم حضرات اپنے طور پر تحقیق فرمالیں۔

اب جتنی بات حضرت شیخ نے فرمائی ہے، اس سے ہمیں بھی انکار نہیں، اور ہم بھی یہی بات کہتے ہیں کہ کتبِ حدیث میں تلاش کرنے کے باوجود یہ حدیث دستیاب نہیں ہوسکی، لہٰذا اس کو حدیث نبوی قرار دینے سے اجتناب کرنا چاہئے، تا آنکہ اس کا معتبر سند سے حدیثِ نبوی ہونا ثابت نہ ہوجائے، جو بظاہر مشکل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

پھر آگے اہلِ علم کا جو اختلاف ''حقب'' کی مقدار کے بارے میں آتا ہے، وہ بھی اس بات کا مؤید ہے کہ اگر مذکورہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہوتی، تو حقب کی مقدار میں اہلِ علم کا اختلاف نہ ہوتا، جیسا کہ تفصیلاً آگے آتا ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۳۰، المقدمۃ، باب الاعتصام بالسنۃ وما یتعلق بہا نقلا وأمرا وزجرا بیان لزوم الاتباع بالسنۃ وما یتعلق بہا.

قال شعیب الارنؤوط:

إسنادہ صحیح علی شرط الصحیح، وأخرجہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ (حاشیۃ ابنِ حبان)

''حقب'' یا ''احقاب'' کی تحقیق اور متعلقہ روایات

اس کے بعد ''فضائلِ نماز'' میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے حقب یا احقاب کے متعلق جو تفصیل اوراس کے متعلق جوروایات ذکرفرمائی ہیں، ان کا تعلق مجالس الابرار کے حوالہ سے ذکرکردہ حدیث سے نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید میں جو''احقاب'' یا ''حقب'' کا ذکر آیا ہے، اکثر کا تعلق ان آیات کی تفسیر سے ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک تو''حقب'' کا ذکر سورہ کہف میں درجِ ذیل الفاظ میں آیا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا (سورة الكهف ، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو،نہیں ہٹوں گا میں، یہاں تک کہ پہنچ جاؤں، دو سمندروں کے جمع ہونے کی جگہ، یا چلتا رہوں گا میں حقب تک (سورہ کہف)

مذکورہ آیت میں اکثرمفسرین نے''حقب'' سے طویل زمانہ کامراد ہونا بیان کیا ہے۔

البتہ بعض نے اس سے اسی سال مراد ہونا بیان کیا ہے۔ [1]

چنانچہ تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں مذکور ہے:

احقاب، حقبہ کی جمع ہے، اہلِ لغت نے کہا کہ حقبہ اسّی سال کی مدت ہے، بعض نے اس سے

[1] (و) اذكر (إذ قال موسى) هو بن عمران (لفتاه) يوشع بن نون كان يتبعه ويخدمه ويأخذ عنه العلم (لا أبرح) لا أزال أسير (حتى أبلغ مجمع البحرين) ملتقى بحر الروم وبحر فارس مما يلى المشرق أى المكان الجامع لذلک (أو أمضى حقبا) دهرا طويلا فى بلوغه إن بعد(تفسير الجلالين، ص ٣٨٩،سورة الكهف، رقم الآية ٦٠)

قوله تعالى :(أو أمضى حقبا) قال عبد الله بن عمر :والحقب ثمانون سنة .مجاهد :سبعون خريفا .قتادة: زمان، النحاس :الذى يعرفه أهل اللغة أن الحقب والحقبة زمان من الدهر مبهم غير محدود، كما أن رهطا وقوما مبهم غير محدود :وجمعه أحقاب(تفسير القرطبى،ج ١١ص ١١،سورة الكهف)

وقوله :أو أمضى حقبا أى ولو أنى أسير حقبا من الزمان .قال ابن جرير رحمه الله :ذكر بعض أهل العلم بكلام العرب أن الحقب فى لغة قيس سنة، ثم روى عن عبد الله بن عمرو أنه قال :الحقب ثمانون سنة .وقال مجاهد :سبعون خريفا .وقال على بن أبى طلحة عن ابن عباس قوله :أو أمضى حقبا قال :دهرا، وقال قتادة وابن زيد مثل ذلک(تفسير ابن كثير،ج٥ص ١٥٦،سورة الكهف)

زیادہ کو حقبہ قرار دیا، صحیح یہ ہے کہ زمانہ دراز کو کہا جاتا ہے، تحدید و تعیین کچھ نہیں (تفسیر معارف القران، ج۵ ص۶۰۹، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی)

اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ''احقاب'' کا ذکر سورہ نبأ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں آیا ہے:

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا . لِلطَّاغِينَ مَآبًا . لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا (سورة النبأ، رقم الآيات ۲۱ الى ۲۳)

ترجمہ: بے شک جہنم ہے گھات میں، سرکشوں کا ٹھکانہ ہے، ٹھہریں رہیں گے وہ اس میں احقاب تک (سورہ نبا)

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مذکور ''طاغین'' سے مراد ''کافرین'' ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں مذکور ہے کہ:

لابثین، لابث کی جمع ہے، جس کے معنے ٹھہرنے والے اور قیام کرنے والے کے ہیں، احقاب حقبہ کی جمع ہے، زمانہ دراز کو حقبہ کہا جاتا ہے، اس کی مقدار میں اقوال مختلف ہیں (تفسیر معارف القرآن، ج۸ ص۶۵۶، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''راغب اصفہانی'' کے حوالہ سے سورہ نبا کی آیت ''لابثین فیھا احقابا'' کی تفسیر کے ضمن میں صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ 'حقبہ' زمانہ کی ایک مدت کا نام ہے، جو کہ مبہم ہے۔

چنانچہ فضائلِ نماز کی اس سلسلہ میں عبارت یہ ہے:

''ثم قال الراغب فی قولہ تعالیٰ : لابثین فیھا احقابا: قیل : جمع الحقب، ای : الدھر، قیل : والحقبۃ ثمانون عاما. والصحیح ان الحقبۃ مدۃ من الزمان مبھمۃ'' (فضائلِ نماز، حوالہ مذکورہ) [1]

جس سے معلوم ہوا کہ ''حقب'' یا ''حقبہ'' کی مذکورہ مقدار کا تعلق اس حدیث سے نہیں ہے، جو ایک نماز قضاء کرنے کے متعلق وعید کے ضمن میں پیچھے گزری، بلکہ سورہ کہف یا سورہ نبأ کی مذکورہ آیت سے ہے۔

---

[1] حقب. -قوله تعالى :(لابثين فيها أحقابا) ، قيل :جمع الحقب، أى :الدهر قيل :والحقبة ثمانون عاما، وجمعها حقب، والصحيح أن الحقبة مدة من الزمان مبهمة، والاحتقاب :شد الحقيبة من خلف الراكب(مفردات ألفاظ القرآن،للراغب الأصفهانی، ج ۱، ص ۲۵۱، كتاب الحاء)

اس کے بعد فضائلِ نماز میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے ''حقب'' یا ''احقاب'' سے متعلق مختلف روایات کو تفسیر ''درمنثور'' کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔

آگے اس قسم کی روایات کی اسنادی تحقیق پیش کی جاتی ہے، کیونکہ تفسیر ''درمنثور'' میں بہت سی احادیث و روایات اور آثار کو سند کی تحقیق کے بغیر جمع کیا گیا ہے، جس میں بہت سی احادیث وروایات غیر معتبر بھی ہیں، اس لئے جب تک کوئی حدیث یا روایت قابلِ اعتبار سند سے ثابت نہ ہو، اس وقت تک صرف درمنثور میں مذکور ہونے کی وجہ سے اطمینان حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ [1]

''احقابا'' کی تفسیر میں بعض صحابہ کرام کے آثار

بعض صحابہ کرام سے سورہ نبأ کی آیت میں مذکور ''لابثین فیھا احقابا'' کی تفسیر میں ''حقب'' سے اسّی سال مراد ہونا مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابُنِ مَسُعُودٍ، فِیُ قَوُلِہٖ تَعَالٰی: لَابِثِیُنَ فِیُھَا أَحُقَابًا،قَالَ:اَلُحُقُبُ ثَمَانُوُنَ سَنَةً

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۸۹۰،کتاب التفسیر، تفسیر سورة عم) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورہ نبأ میں مذکور) اللہ تعالیٰ کے قول ''لابثین

---

[1] منهجه فی تفسیره :وکتابه " :الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور : "جمع فیه الروایات عن النبی ، والصحابة ، والتابعین ، ولم یذکر فیه إلا المرویات الصرفة ، وقد ذکر فی مقدمته ، أنه لخصه من کتابه : "ترجمان القرآن "، وهو التفسیر المسند إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم وإلی الصحابة والتابعین ، وقد التزم فیه إخراج الأسانید التی روی بها الأئمة هذه المرویات ، وعزی کل روایة إلی من أخرجها.
ما أُخِذَ علیه :وقد أُخِذَ علی هذا التفسیر :أنه وإن عزی الروایات إلی مخرجیها لکن لم یبین لنا منزلتها من الصحة ، أو الحسن ، أو الضعف أو الوضع وقلما ینبه إلی ذلک ، ویا لیته بیَّن ذلک ، ولیس کل قارء للکتاب یمکنه أن یعرف ذلک بمجرد ذکر السند ، ولا سیما فی عصورنا المتأخرة والذی یظهر لی :أنه من المحدثین الذین یرون أن إبراز السند یخلی من العهدة والتبعة ، وفی الکتاب إسرائیلیات وبلایا کثیرة ، ولا سیما فی قصص الأنبیاء ، وذلک مثل ما ذکره فی قصة هاروت وماروت وفی قصة الذبیح ، وأنه إسحاق ، وفی قصة یوسف ، وفی قصة داود ، وسلیمان ، وفی قصة إلیاس ، وأسرف فی ذکر المرویات فی بلاء أیوب علیه السلام ، ومعظمه مما لا یصح ، ولا یثبت ، وإنما هو من إسرائیلیات(الإسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر،لمحمد بن محمد أبی شهبة،ص ۱۲۴، اهم کتب التفسیر بالمأثور،الدرالمنثور فی التفسیر المأثور)

[2] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه "
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

فیھا احقابا" کے بارے میں فرمایا کہ "حقب" اسّی سال کا ہوتا ہے (حاکم)

یہ روایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ ۱

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی سند سے بھی سورہ نبأ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں "حقب" کا اسّی سال کے بقدر ہونا مروی ہے۔ ۲

اس لیے مجموعی طور پر موقوف حیثیت سے یہ روایات حسن درجہ میں داخل ہیں۔ ۳

---

۱ قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:

وأخرجه الحاكم فى التفسير(۲/ ۱۵۲)عن أبى بلج، عن عمرو بن ميمون، عن ابن مسعود قال : الحقب ثمانون سنة .وقال :هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وقال الذهبى :صحيح.

وفيه أبو بلج قال عنه فى التقريب(۲/ ۴۰۱:۹۸)صدوق ربما أخطأ .اهـ.

فهو فى درجة الحسن لكنه موقوف(تخريج:المطَالبُ العَالِيَةُ بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانِيَةِ،رقم الحديث ۳۷۷۵، سورة النبأ)

۲ حدثنا عبد القدوس بن محمد بن عبد الكبير، ثنا الحجاج بن نصير، ثنا همام، عن عاصم، عن أبى صالح، عن أبى هريرة :(لابثين فيها أحقابا)قال :الحقب :ثمانون سنة(كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۲۲۷۸)

قال البزار :لا نعلم أحدا رفعه إلا الحجاج عن همام، وغيره يوقفه(كشف الأستار عن زوائد البزار، تحت رقم الحديث ۲۲۷۸)

وقال الهيثمى:

رواه البزار، وفيه حجاج بن نصير، وثقه ابن حبان وقال :يخطء ويهم، وضعفه جماعة، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۴۶۱، باب قوله تعالى :لابثين فيها أحقابا)

۳ قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:

"الحقب ثمانون سنة ."أخرجه البزار .انظر :كشف الأستار(۳/ ۷۸:۷۸)تفسير سورة عم، عن عبد القدوس بن محمد بن عبد الكبير، عن الحجاج بن نصير، عن همام، عن عاصم، عن أبى صالح، عن أبى هريرة بمثله .قال البزار :لا نعلم أحدا رفعه إلا الحجاج، عن همام، وغيره يوقفه. اهـ.والحجاج هذا ضعيف كما فى التقريب(۱/ ۱۵۴:۱۶۵)(تخريج:المطَالبُ العَالِيَةُ بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانِيَةِ،رقم الحديث ۳۷۷۵، سورة النبأ)

وقال خالد بن عبد العزيز الباتلى:

عن أبى هريرة -رضى الله عنه -عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(لابثين فيها أحقابا) , قال :(الحقب :ثمانون سنة)

تخريجه:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سالم بن ابی جعد کی سند سے روایت ہے کہ:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہلال ہجری (تابعی) سے سوال کیا کہ تم اللہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه البزار، كما فی (مختصر زوائد البزار۲/۱۴۱ رقم ۱۵۲۳) قال :حدثنا عبد القدوس بن محمد بن عبد الكبير، ثنا الحجاج بن نصير، ثنا همام، عن عاصم، عن أبی صالح، عن أبا هريرة -رضی الله عنه .. -فذكره.

الحكم على الحديث:

ضعيف، لحال حجاج بن نصير وهو :الفساطيطى القيسى، أبو محمد البصرى .(ت) ضعيف، وكان يقبل التلقين .وقال أبو حاتم :منكر الحديث، ضعيف الحديث، ترک حديثه، كان الناس لا يحدثون عنه .مات سنة ۲۱۳ھ.

ينظر :الجرح والتعديل(۳/۱۶۷)، تهذيب الكمال(۵/۴۶۱)، التقريب ص۱۵۳.

قال البزار :لا نعلم أحدا رفعه إلا الحجاج، وغيره يوقفه.

وقد روى موقوفا على أبی هريرة -رضی الله عنه.-

فأخرجه آدم بن أبی إياس فی تفسيره ۲/۷۲۰المطبوع باسم تفسير مجاهد -قال :نا حماد بن سلمة، عن عاصم بن أبی النجود، عن أبی صالح، عن أبی هريرة -رضی الله عنه -قال :الحقب ثمانون سنة، اليوم منها كسدس الدنيا .وأخرجه أيضا: ۲/۷۲۰ قال :ثنا شيبان، عن عاصم، به، بنحوه .وأخرجه هناد بن السرى فی (الزهد: ۱/۱۵۹ رقم ۲۱۹)قال :حدثنا أبو بكر بن عياش، عن عاصم، عن أبی صالح، عن أبی هريرة -رضی الله عنه -قال :الحقب ثمانون سنة، والسنة ثلاثمائة وستون يوما، كل يوم ألف سنة .وأخرجه الطبرى فی تفسيره ۲۴/۲۴ قال :حدثنا تميم بن المنتصر، قال :أخبرنا إسحاق، عن شريک، عن عاصم، به، بالسياق السابق.

وعزاه فی (الدر المنثور:۱۵/۲۰۱)إلى :ابن المنذر، وابن أبی حاتم .فهؤلاء أربعة رووه عن عاصم:

۱: - حماد بن سلمة.

وهو ثقة عابد، أثبت الناس فی ثابت، وتغير حفظه بأخرة.مات سنة۱۶۷ھ.

۲: - شيبان، وهو ابن عبد الرحمن التميمی.

ثقة، صاحب كتاب .مات سنة ۱۶۴ھ وأخرج حديثه الجماعة.ينظر :التقريب ص: ۲۶۹.

۳: - أبو بكر بن عياش.

ثقة عابد، إلا أنه لما كبر ساء حفظه، وكتابه صحيح .وسبق فی الحديث رقم (۲۲۳)

۴: - شريک.

وشريک؛ هو ابن عبد الله النخعی القاضی، صدوق يخطیء كثيرا.

ينظر :تهذيب الكمال: ۱۲/۴۶۲ التقريب ص۲۶۶.

فهذا الأثر لا باس به عن أبی هريرة -رضی الله عنه-، وله حكم الرفع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کتاب میں مذکور ''حقب'' کے بارے میں کیا پاتے ہو؟ تو ہلال ہجری نے جواب دیا کہ ہم اسّی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويعضده آثار أخرى عن بعض الصحابة، ومنها:

١:۔ عن ابن عباس -رضى الله عنهما-، قال :الحقب ثمانون سنة.

أخرجه الطبرى ٢٤/٢٤ قال :حدثنا ابن حميد، قال :ثنا مهران، عن أبى سنان، عن ابن عباس -رضى الله عنهما-، فذكره.

شيخ الطبرى :محمد بن حميد الرازى؛ وثقه ابن معين -فى رواية-، لكن ضعفه بلديه أبو حاتم الرازى، وقال البخارى :حديثه فيه نظر.

وفى التقريب :حافظ ضعيف، وكان ابن معين حسن الرأى فيه.

ينظر :التاريخ الكبير ٦٩/١، الجرح والتعديل ٢٣٢/٧، تهذيب الكمال ٩٧/٢٥، التقريب ص ٤٧٥.

ومهران؛ -بكسر أوله -هو :ابن أبى عمر العطار، أبو عبد الله الرازى، صدوق له أوهام، سىء الحفظ .ينظر :التقريب ص ٥٤٩.

٢:۔ عن عبد الله بن عمرو -رضى الله عنهما -قال :الحقب ثمانون سنة.

أخرجه الطبرى ٣١٠/١٥ قال :حدثت عن هشيم، قال :ثنا أبو بلج، عن عمرو بن ميمون، عن عبد الله بن عمرو -رضى الله عنهما.-وفى سنده انقطاع.

٣:۔عن ابن مسعود -رضى الله عنه -فى قوله تعالى :(لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا)، قال :الحقب ثمانون سنة.أخرجه الحاكم فى المستدرك ٥١٢/٢ قال :(ثنا يحيى بن منصور القاضى، ثنا أبو عبد الله البوشنجى، ثنا أحمد بن حنبل، ثنا هشيم) أنا أبو بلج، عن عمرو بن ميمون، عن ابن مسعود -رضى الله عنه.-وقال الحاكم :صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .وأقره الذهبى.

تنبيه :ما بين المعقوفتين ساقط من المستدرك، وتم استدراكه من (إتحاف المهرة: ٤٠/١٥)(التفسير النبوى مقدمة تاصيلية مع دراسة حديثية لاحاديث التفسير النبوى الصريح،ج٢ص ٨١٥ الىٰ ٨١٧، رقم الحديث ٢٧٩،سورة النبأ)

وقال الالبانى:

وروى الحاكم (٥١٢/٢)عن أبى بلج عن عمرو بن ميمون عن ابن مسعود فى قوله تعالى: (لابثين فيها أحقابا) قال:الحقب :ثمانون سنة .وقال":صحيح الإسناد !"ووافقه الذهبى ! وأقره السيوطى فى "الدر(٣٠٧/٦) !"وأقول :أبو بلج :هذا اسمه يحيى بن سليم؛ قال الحافظ":صدوق ربما أخطأ."فمثله حسن الحديث.

لكن قد سقط من "المستدرك "ما دونه من المسند، فلا أدرى ما حاله؟ ....

ثم رأيت لحديث ابن مسعود شاهدا من رواية الحجاج بن نصير :حدثنا همام عن عاصم عن أبى صالح عن أبى هريرة به.أخرجه البزار(٢٢٧٨/٣)وقال: "لا نعلم أحدا رفعه إلا الحجاج، وغيره يوقفه."قلت :وهو ضعيف كان يقبل التلقين؛ كما قال الحافظ فى "التقريب."وبه أعله الهيثمى؛ لكنه قال (٧٨/٣)"وثقه ابن حبان، وقال :يخطىء ويهم .وضعفه جماعة، وبقية رجاله ثقات ."قلت :فيبدو لى -والله أعلم -أن الحديث بهذا اللفظ المختصر حسن بمجموع الطريقين .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة،تحت رقم الحديث ٥٣٨٢)

سال پاتے ہیں، جس کا ہر سال بارہ مہینوں کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ہزار سال کا ہوتا ہے"۔[1]

سالم بن ابی جعد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، اور ہلال ہجری کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، لیکن چونکہ یہ روایت بھی "حقبہ" کے اسّی سال کا ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور اس کی تائید گزشتہ روایات سے ہوتی ہے، اس لئے "حقب" کے اسّی سال کے بقدر ہونے کی حد تک اس روایت کو معتبر ماننے میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔[1]

مگر یہ بات ممکن ہے کہ سورہ نبأ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں "حقب" کے اسّی سال کے بقدر ہونے کی روایات میں مذکورہ اس عدد سے مراد تکثیر ہو، نہ کہ تحدید، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ (جاری ہے............)

---

[1] حدثنا ابن حميد، قال :ثنا مهران، عن سفيان، قال :ثنى عمار الدهنى، عن سالم بن أبى الجعد، قال :قال على بن أبى طالب رضى الله عنه لهلال الهجرى :ما تجدون الحقب فى كتاب الله المنزل؟ قال :نجده ثمانين سنة كل سنة اثنا عشر شهرا، كل شهر ثلاثون يوما، كل يوم ألف سنة(جامع البيان فى تأويل القرآن،لابن جرير الطبرى، ۲۴ص ۲۴،سورة النبا)

عن الثورى عن عمار الدهنى ,عن سالم بن أبى الجعد ,قال :سأل على هلالا الهجرى :ما تجدون الحقب؟ قال :نجده فى كتاب الله ثمانون سنة ,اثنا عشر شهرا كل شهر ثلاثون يوما , كل يوم ألف سنة(تفسير عبد الرزاق، رقم الحديث ۳۴۵۷،سورة عم يتساء لون)

أنا سفيان، عن عمار الدهنى، عن سالم بن أبى الجعد قال :سأل على هلالا الهجرى :ما تجدون الحقب الواحد؟ قال :نجده فى كتاب الله المنزل ثمانين سنة، كل سنة اثنا عشر شهرا، كل شهر ثلاثون يوما، وكل يوم ألف سنة(الزهد والرقائق لابن المبارك،ج۲،ص ۹۰،باب صفة النار)

[1] قال الذهبى:

سالم بن أبى الجعد رافع الأشجعى *(ع)الغطفانى مولاهم، الكوفى، الفقيه، أحد الثقات.

روى عن :ثوبان مولى رسول الله، وجابر، وابن عباس، والنعمان بن بشير، وعبد الله بن عمرو، وابن عمر، وأنس بن مالك، وأبيه؛ أبى الجعد رافع، وجماعة.

ويروى عن :عمر، وعن على، وذلك منقطع، على أن ذلك فى (سنن النسائى) ، فهو صاحب تدليس(سير أعلام النبلاء ،ج۵،ص ۱۰۸، رقم الترجمة ۴۴)

وقال ابن حجر:

سالم بن أبى الجعد رافع الغطفانى الأشجعى مولاهم الكوفى ثقة وكان يرسل كثيرا من الثالثة مات سنة سبع أو ثمان وتسعين وقيل مائة أو بعد ذلك ولم يثبت أنه جاوز المائة ع (تقريب التهذيب،لابن حجر، ج ۱،ص ۲۲۶)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونے اور جاگنے کے آداب (قسط1)

انسانی تندرستی اور صحت کو باقی رکھنے کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں، ان میں کھانے پینے وغیرہ کے علاوہ ایک اہم چیز نیند و بیداری یعنی سونا اور جاگنا ہے۔

سونے اور جاگنے سے متعلق مسنون دعاؤں کے آداب

(1)......سونے سے پہلے یہ دعاء پڑھ لینا سنت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَأَحْیَا

ترجمہ: اے اللہ آپ کے نام سے ہی میں فوت ہوتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔

اس کے علاوہ بعض دوسری دعاؤں کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

(2)......سوکر اٹھنے کے بعد یہ دعاء پڑھنا سنت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَآ أَمَاتَنَا وَإِلَیْہِ النُّشُوْرُ

ترجمہ: ہر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ہمارے مرجانے کے بعد زندہ کیا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(3)...... جب کوئی بُرا خواب نظر آئے، تو تین مرتبہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھ لینی چاہیے، اور ہو سکے تو کروٹ بدل کر سوجانا چاہئے، اور بسہولت ہوسکے تو تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار دینا چاہئے۔

اور کسی سے یہ خواب بیان نہیں کرنا چاہیے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہ ہوگا، خواہ کتنا ہی برا اور بھیانک خواب کیوں نہ ہو۔ آج کل کم علمی کی وجہ سے بہت سے لوگ بُرا خواب نظر آنے پر سنت کے مطابق مذکورہ عمل نہیں کرتے اور خواہ مخواہ پریشان ہوتے اور دوسروں کو یہ خواب سناتے پھرتے ہیں، اور بعض اوقات بزرگوں کو خواب سنانے اور ان سے تعبیر حاصل کرنے کے لئے بہت جدوجہد کرتے ہیں، یہ طرزِ عمل درست نہیں، اس کے بجائے مندرجہ بالا سنت عمل کو اختیار کرنا چاہئے۔

Idara Ghufran

(4)...... رات میں کُتّے یا گدھے کی آواز سننے پر اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہیے، مثلاً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنی چاہیے۔

نیند کے دورانیہ (Duration) سے متعلق آداب

(5)...... مناسب مقدار میں سونے اور نیند کرنے سے انسان کے جسم کو پوری طرح آرام حاصل ہوتا ہے، تھکا ہوا جسم سوکر بیدار ہونے کے بعد چست اور چاق وچوبند ہوجاتا ہے اور جسم میں نئے سرے سے کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

(6)...... نیند کے لئے مناسب وقت اور مناسب کیفیت کے ساتھ ساتھ مناسب مقدار کا لحاظ بہت ضروری ہے، اگر نیند مناسب مقدار اور صحیح کیفیت میں حاصل نہ کی جائے تو سستی وکاہلی کے علاوہ سردرد، ضعفِ دماغ، ضعفِ نظر کی شکایت ہوجاتی ہے اور یہاں تک کہ رفتہ رفتہ، دماغی فساد اور بگاڑ بلکہ بعض اوقات دیوانگی اور جنون کی نوبت بھی آجاتی ہے۔

(7)......عمر کی مختلف حالتوں میں مناسب نیند کی مقدار بھی طبی اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ بچوں کو جنسی نشوونما کے لئے زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے، چھوٹے دودھ پیتے بچوں کے لئے دن ورات میں تقریباً سولہ گھنٹے سونا مناسب مقدار کہلاتا ہے، عمر بڑھنے کے ساتھ نیند کی مقدار کم ہوجاتی ہے، حتیٰ کہ چار سال سے آٹھ سال تک کے بچوں کے لئے تقریباً بارہ گھنٹے روزانہ سونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، اور آٹھ سال سے بیس اکیس سال کی عمر تک روزانہ نو دس گھنٹے سونا کافی ہوتا ہے، اور جوانی کی عمر میں پچاس سال کی عمر تک روزانہ کم ازکم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(8)...... عام حالات میں چھ گھنٹے سے کم سونے کی عادت بنانے سے تندرستی میں خلل پڑنا شروع ہوجاتا ہے۔

پچاس سال کے بعد انسان میں ضعف وکمزوری پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے اُسے زیادہ آرام کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس عمر کے بعد عام حالات میں آٹھ، دس گھنٹے روزانہ سونا چاہیے۔

عموماً خواتین کو مرد حضرات کے مقابلہ میں زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اگر کسی کی طبعی اور مناسب نیند کی مقدار میں غیر معمولی خلل واقع ہوجائے، مثلاً نیند اُچاٹ اور کم ہوجائے یا نیند میں غیر معمولی زیادتی ہوجائے تو یہ بیماری کہلاتی ہے۔

سونے کے اوقات (Timings) سے متعلق آداب

(9)...... قدرت نے دن کو کام کے لئے اور رات کو آرام کے لئے بنایا ہے، اسی لئے رات کے وقت سونا فطرت کے عین مطابق ہے، بلکہ رات کو عشاء کے بعد والے حصہ میں سونا بعض ماہرین کی تحقیق کے مطابق رات کے آخری حصہ میں سونے سے بھی زیادہ مفید ہے۔

اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ عشاء کے بعد جلد از جلد آرام سے بستر پر لیٹ جائیں، اور سورج نکلنے سے پہلے فجر کے وقت اٹھنے کا اہتمام کریں۔

آج کل شہروں میں عام طور پر رات کو دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے دن میں سوئے پڑے رہنے کی عادت ہوگئی ہے، جو لوگ رات کو فضولیات میں گزارتے اور دن کو بستر پر پڑے سوتے اور خراٹے لیتے رہتے ہیں، ان کی تندرستی میں سخت خلل آجاتا ہے، اس کے علاوہ ویسے بھی دن کو سونے کی عادت ڈالنا اچھا نہیں ہے۔

البتہ اگر دماغی یا جسمانی محنت کرنے والے افراد گرمیوں میں دوپہر کے وقت کچھ دیر سوئیں، تو یہ ان کے لئے بہتر ہے، ان کی دوپہر کو سونے سے تھکن دور ہوجاتی ہے، اور نئے سرے سے کام کرنے کی طاقت لوٹ آتی ہے، اور اگر عام لوگ بھی دوپہر کو کچھ تھوڑا بہت لیٹ کر آرام کرلیں اگرچہ سوئیں نہیں اور تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو، تو یہ بھی بہت مفید عمل ہے، لیکن دن میں بلاضرورت دیر تک سوتے رہنے کی عادت نقصان سے خالی نہیں۔

رات کا وقت نیند کے لئے سب سے بہترین اور موزوں ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ رات کو جلدی سونے کی عادت بنائیں تاکہ رات کے حصہ ہی میں نیند کی مناسب مقدار پوری ہوجائے، دن کو سونے کی عادت بنالینے سے نزلہ کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، بدن کا رنگ بگڑ جاتا ہے، اعصاب ڈھیلے ہوجاتے ہیں، بدن میں کاہلی اور سستی پیدا ہوجاتی ہے، بھوک کمزور ہوجاتی ہے، عموماً دن کے وقت کی نیند ٹوٹ ٹوٹ کر آتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں رات کی نیند عموماً کامل، مسلسل اور گہری ہوتی ہے۔

جو لوگ دن کو سونے کے عادی ہوں انہیں ایک دم اس عادت کو ختم نہیں کرنا چاہئے، ورنہ ہضم میں بگاڑ وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ روزانہ تھوڑا تھوڑا کم کرکے یا ناغہ کرکے اس عادت کو ختم کرنا چاہئے۔

(10)...... کھانا کھاتے ہی فوراً سوجانا یا بھوک لگے ہوئے ہونے کی حالت میں سونا طبی اعتبار سے صحت

کے لئے فائدہ مند نہیں۔

(11)......مناسب ہے کہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد سویا جائے۔

آج کل شہری زندگی میں بہت سے لوگ رات کو تاخیر سے کھانا کھانے اور کھاتے ہی فوراً لیٹ جانے یا سو جانے کے عادی ہو گئے ہیں، جو صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

صحت خراب ہونے کے بعد جو مسائل بے چینی اور مال اور وقت خرچ ہونے کی صورت میں پیش آتے ہیں، وہ بہت زیادہ ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے بعض اوقات زندگی بھر کی کمائی خرچ کرنی پڑ جاتی ہے۔

(12)......طبی اعتبار سے رات کو کھانے کے بعد فوراً سونے کے بجائے کچھ چہل قدمی کر لینا صحت کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے، اور کھانے کے کچھ بعد نماز پڑھ لینے سے بھی یہ مقصد ایک حد تک پورا ہو جاتا ہے۔

(13)......طبی لحاظ سے بہترین نیند وہ ہے جو گہری ہو اور اس وقت کی جائے جبکہ غذا پیٹ کے اوپر والے حصہ سے نیچے اتر چکی ہو، اور یہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد ہی ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں، اگر غذا کے ہضم ہونے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو انسان کو چاہئے کہ پہلے کچھ دیر چہل قدمی کر لے یا نماز وغیرہ پڑھ لے، اس کے بعد سونے کے عمل میں مشغول ہو، تاکہ صحت کے بگاڑ سے کسی حد تک حفاظت رہے۔ (جاری ہے......)

Idara Ghufran

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 15 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ، شیخِ مدین کی پناہ میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان دونوں خواتین کی بکریوں کو پانی پلادیا، تو یہ خواتین اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں، ان کے والد نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آ گئی ہیں، تو ان سے دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے، آپ لوگ جلدی کیوں آ گئیں؟ انہوں نے سارا واقعہ سنا ڈالا۔

شیخ مدین نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اور اس پردیسی مسافر کو میرے پاس لے آؤ، وہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آئیں، ان کی شرم وحیا کا قرآن مجید نے بطور خاص ذکر کیا ہے، کیونکہ شرم وحیاء عورت کا اصل زیور ہے اور مَردوں کی طرح حیاء وحجاب سے بے نیازی اور بے باکی عورت کے لئے شرعاً ناپسندیدہ ہے، چنانچہ جس طرح پاک دامن، عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے، وہ اس طرح شرم وحیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ تْ تَمْشِیْ عَلٰی اِسْتِحْیَاءٍ قَائِلَۃً بِثَوْبِھَا عَلٰی وَجْھِھَا لَیْسَتْ بِسَلْفَعٍ خَرَاجَۃٍ وَلاجَۃٍ (تفسیر ابنِ ابی حاتم، رقم الحدیث ۱۶۸۳۲) ؎

ترجمہ: وہ نہایت حیا کے ساتھ اپنا کپڑا چہرے پر ڈالے ہوئے آئی، بے باک عورتوں کی طرح نہیں جو بے دھڑک اور بے خوف چلی آتی ہوں، ہر جگہ جا گھستی ہر طرف نکل جاتی ہوں (تفسیر ابنِ ابی حاتم)

پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہیں کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی، صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپ کی مزدوری دینے کے لئے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بلا رہے ہیں، جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔

؎ قال ابن کثیر: ھذا إسناد صحیح (تفسیر ابنِ کثیر، ج۶ ص ۲۰۵، سورۃ القصص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نہایت عالی ظرف انسان تھے، اس معمولی نیکی کا صلہ حاصل کرنے کے لیے کبھی اس لڑکی کے ساتھ نہ جاتے، اگر وہ اس وقت انتہائی اضطرار کی حالت میں نہ ہوتے، وہ مصر سے بے سروسامانی کی حالت میں نکلے تھے اور مسلسل آٹھ دن سفر میں رہنے کی وجہ سے بھوک پیاس اور سفر کی تکان انتہا کو پہنچ چکی، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کوئی سر چھپانے کو جگہ نہ تھی، اس لیے جیسے ہی آپ کو اس کی طرف بلایا گیا، تو آپ نے اسے اپنی دعا کی قبولیت سمجھا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت جان کر ان خاتون کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ لے

ان کے والد کو ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا واقعہ بلا کم و کاست سنا دیا۔

ان خواتین کے والد نیک اور دیندار تھے، وہ دینِ ابراہیمی کے پیرو تھے، ان میں اور موسیٰ کے عقائد و خیالات اور کردار میں پوری ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

انہوں نے دل جوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپ نکل آئے، یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے لیے کوئی خطرے کی بات نہیں، کیونکہ اس علاقے میں فرعون کی حکومت نہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر موسیٰ کے قیام وطعام کا مسئلہ حل فرما دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَجَاءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ، قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (سورة القصص، رقم الآیة ۲۵)

یعنی ’’پھر ان دونوں میں سے ایک ان (حضرت موسیٰ) کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی، کہنے لگی میرے والد نے آپ کو بلایا ہے کہ آپ کو پلائی کی اجرت دے، پھر جب اس کے پاس پہنچا اور اس سے سارا قصہ بیان کیا، تو اس نے کہا کہ خوف نہ کر، تم نے ظالموں سے نجات پالی‘‘

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور ’’حدیثِ فتون‘‘ میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ لے

لے بعض تفسیری روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اس لڑکی سے کہا کہ تم میرے آگے نہیں، پیچھے پیچھے چلو، اور پیچھے سے ہو کر مجھے اپنے گھر کا راستہ بتاتی رہو کہ مبادا کہیں ایسا ہو جائے کہ تمہارا کپڑا ہوا وغیرہ سے اڑ جائے اور تم بے پردہ ہو جاؤ اور میری نظر تم پر پڑ جائے۔ اور اس طرح آپ کمال ادب وحیا کے ساتھ شیخِ مدین کے گھر پہنچے۔

لے فاستنکر أبوهما سرعة صدورهما بغنمهما حفلا بطانا، فقال :إن لكما اليوم لشأنا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت موسیٰ اور شیخِ مدین کے اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان نیکی تو اللہ پاک کی رضا و خوشنودی ہی کے لئے کرے نہ کہ کسی دنیاوی غرض ونفع کے لئے لیکن اگر اس کو اس کے بعد کوئی صلہ اس کے لالچ اور اشراف نفس کے بغیر ملے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھ کر اپنا لینا چاہیئے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا جَاءَکَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَیْءٌ وَأَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَکَ(بخاری، رقم الحدیث ۱۴۷۳)

ترجمہ: جو مال تمہیں بغیر اشرافِ نفس اور سوال کے ملے اس کو تم لے لیا کرو، اور جو اس طرح نہ ملے اس کے پیچھے اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو (بخاری)

اور یہاں پر ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کو اس صلہ وبدلہ کی جو پیشکش کی گئی تھی اس کے لئے نہ تو آپ نے کوئی سوال کیا تھا اور نہ ہی اس میں کوئی طمع، لالچ و اشراف نفس تھا۔ (جاری ہے............)

《 گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ 》

فأخبرتاه بما صنع موسى، فأمر إحداهما تدعوه له، فأتت موسى فدعته، فلما كلمه قال :(لا تخف نجوت من القوم الظالمين)ليس لفرعون ولا لقومه علينا سلطان، ولسنا فی مملكته(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۲۶۱۸)

قال الهيثمی:رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير أصبغ بن زيد والقاسم بن أبی أيوب وهما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۱۶۲)

وقال حسين سليم اسد الدارانی:رجاله ثقات(حاشية مسند ابی یعلیٰ)

Idara Ghufran

طب و صحت

مفتی محمد رضوان

چند عام بیماریاں اور اُن کا آسان علاج (قسط7)

خارش یا کھُجلی (Pruritus)

خارش جسے کھجلی بھی کہا جاتا ہے، نہایت تکلیف دینے والا مرض ہے، کبھی اس مرض میں جسم پر دانے نکلتے ہیں، جن میں پیپ بھری ہوتی ہے، اور ساتھ ہی کھجلی اور جلن ہوتی ہے، یہ ''تر کھجلی'' کہلاتی ہے، اور کبھی اس مرض میں جسم پر دانے اور آبلے نہیں ہوتے، صرف کھجلی ہوتی ہے، یہ ''خشک کھجلی'' کہلاتی ہے۔

خارش یا کھجلی کے مرض میں جسم کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہئے، روزانہ نہانا چاہئے، صاف اور الگ تولیہ کا استعمال کرنا چاہئے، اور صاف ستھرے کپڑے پہننے چاہئیں، گرم چیزوں، جیسے لال مرچ اور گرم مسالے کے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے، گائے وغیرہ کے گوشت، مچھلی اور انڈے سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے۔

نیم کی کونپلیں ایک تولہ لے کر سات عدد کالی مرچوں کے ساتھ پانی میں پیس چھان کر پینے سے خارش یا کھجلی میں فائدہ ہوتا ہے۔

نیم کے پتے دو گرام بادام کی گری گیارہ عدد، دونوں کو کوٹ کر ملائیں اور چنے کے برابر گولیاں بنا کر صبح، دوپہر اور شام کو دو، دو عدد گولیاں پانی کے ساتھ کھانا بھی خارش کے لئے مفید ہے۔

گندھک آملہ سار، تیل میں ملا کر جسم پر لگانے سے چند دنوں میں خارش ختم ہو جاتی ہے۔

گندھک مصفا، ایک ماشہ دن میں تین مرتبہ دودھ کے ساتھ کھانا بھی مفید ہے۔

کنیر کے پتے پانچ تولے لے کر سرسوں کے تیل پاؤ سیر میں جلائیں، اس کے بعد تیل کو صاف رکھیں، روزانہ جسم پر اس تیل کی مالش کریں۔

ستیاناسی کے بیج ایک تولہ پانی میں پیس چھان کر چند روز پینے سے بھی کھجلی کو فائدہ ہوتا ہے۔

خالص ترہ کا تیل مالش کرنے سے کھجلی کو آرام آ جاتا ہے۔

لیموں کا رَس اور چنبیلی کا تیل دونوں برابر وزن ملا کر مالش کرنے سے خشک کھجلی کو افاقہ ہوتا ہے۔

تخم خشخاش دو تولے کو پانی میں پیسیں، پھر اس میں لیموں کا رَس ملا کر تمام بدن پر مالش کریں، یہ بھی خشک کھجلی کے لئے مفید ہے۔

پتّی اچھلنا(Urticaria)

بعض اوقات سارے جسم پر سرخی مائل دھپڑ اور نشانات پیدا ہوجاتے ہیں، جن میں جلن اور خارش ہوتی ہے، اس کو پتّی اچھلنا کہا جاتا ہے، پھر کبھی تو یہ نشانات جلد ہی چند گھنٹوں کے بعد ختم ہوجاتے ہیں اور کبھی زیادہ وقت تک رہتے ہیں۔

کسی کو ٹھنڈی ہوا لگنے سے اور کسی کو کھٹی یا گرم چیز، مثلاً بینگن، اچار وغیرہ کھانے سے بھی پتی اچھلنے کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔

جب پتی اُچھلے تو پودینہ سات ماشہ اور گڑ کی لال شکر دو تولہ پانی میں ڈال کر جوش دیں اور مریض کو پلائیں۔

جل نیم اور سیاہ مرچ چھ چھ ماشہ لے کر باریک پیسیں اور ایک تولہ موم میں ملا کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور روزانہ دو گولیاں نیم گرم پانی کے ساتھ کھائیں، پتی اچھلنے میں مفید ہے۔

برص یا پھلبہری(Leprosy)

برص یا پھلبہری مشہور بیماری ہے، جس میں بدن کے کسی حصہ پر سفید سفید داغ پڑ جاتے ہیں، جو آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے ہیں، اور بعض اوقات پورے بدن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

اس مرض کے شروع ہونے کے بعد چھ مہینے تک جبکہ یہ مرض زیادہ پھیلا نہ ہو، اس کا علاج آسان ہوتا ہے، بعد میں اس کا علاج مشکل ہوجاتا ہے۔

شروع میں اس مرض کو دور کرنے کے لئے ’’باپچی‘‘ نہایت مفید دوا ہے، جس کے استعمال کا آسان طریقہ یہ ہے کہ باپچی ضرورت کے مطابق لے کر ادرک کے پانی میں کم از کم تین دن تک بھگو کر رکھیں، اور ادرک کے پانی کو روزانہ بدلتے رہیں، اس کے بعد باپچی کو ہاتھ سے مل کر اس کا چھلکا اتار دیں، پھر اسے سایہ میں خشک کر کے اور باریک پیس کر سفوف بنالیں اور روزانہ صبح کو ایک ماشہ کے برابر تازہ پانی کے ساتھ چالیس دن تک برابر کھائیں، اور باپچی کو پانی میں پیس کر برص کے داغ دھبوں پر بھی لگاتے رہیں۔

اس کے علاوہ برص کے داغ دھبوں پر بھتوے کے پتوں کا رس دن میں تین چار بار لگانا بھی مفید ہے۔

سر کا گنجاپن(Baldness)

بعض اوقات سر کے بال اُڑ جاتے ہیں، اور دوبارہ اُگنا بند ہوجاتے ہیں، یا کسی جگہ زخم ہو کر بال اُڑ جاتے ہیں۔

آم کے اچار کا تیل جو ایک سال کا پرانا ہو، لگانے سے سر کا گنج، جس میں سر پر پھنسیاں نکل آتی ہیں، اور ان سے پانی بہا کرتا ہے، اچھا ہو جاتا ہے۔

فراش کے پتے پانچ تولے پیس کر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بنائیں، اور سرسوں کے تیل پاؤ سیر میں ڈال کر جلائیں، اس کے بعد تیل کو صاف کر کے رکھیں، اور روزانہ سر پر لگائیں، یہ نسخہ سر کے گنجے پن کے لئے مفید ہے۔

کنیر کے پتے پانچ تولے سرسوں کے تیل پاؤ سیر میں جلائیں، اور تیل کو صاف کر کے رکھیں، اور روزانہ سر پر لگائیں، اس سے سر کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں، اور اس جگہ بال نکل آتے ہیں۔

آملہ بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے اور ان کو سفید ہونے سے روکتا ہے، اس مقصد کے لیے آملے کو پانی میں پیس کر بالوں کی جڑوں میں لگائیں۔

اس کے علاوہ تازہ یا خشک آملے کے ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر اگلے دن اس پانی سے بالوں کو دھونا، بالوں کی نشوونما میں بھی مفید ہے، اور آملہ کا تیل بھی بالوں کے لئے مفید ہے۔

سر کی خشکی (Dandruff)

بعض اوقات سر میں خشکی ہو جاتی ہے، جس میں خارش ہوتی ہے، اور یہ خشکی بالوں میں نظر آتی ہے، اور بعض اوقات جھڑ کر نیچے اور کپڑوں پر بھی گرتی رہتی ہے۔

ایسی صورت میں پوست ریٹھا، کو پانی میں ابال کر اس پانی سے سر کو دھوئیں، اور ثابت دھنیا ایک چھٹانک لے کر تھوڑے سے دیسی گھی میں بھون کر نیم گرم صبح اور شام ہفتہ بھر تک سر پر لگانا بھی اس بیماری میں مفید ہے، صبح کو لگا کر شام کے وقت سر کو دھو لیا جائے، اور شام کو لگا کر صبح کے وقت سر کو دھو لیا جائے۔

چہرہ کے مہاسے (Melanocytic Nevus)

بعض نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سخت دانے پیدا ہو جاتے ہیں، یہی ''مہاسے'' کہلاتے ہیں، اور ان کو ''کیل'' بھی کہتے ہیں۔

جن نوجوانوں کو یہ مرض ہو، اگر ان کا ہضم خراب رہتا ہو، تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے، قبض رہتی ہو، تو اس کو دور کرنا چاہیئے، اور مثانہ میں سوزش اور جلن ہو، تو اس کا علاج کرنا چاہیئے۔

اگر نوجوان لڑکیوں کی ماہواری اور حیض میں خرابی ہو، تو اس کا علاج کرنا چاہیئے، خون میں گرمی اور حدت کم کرنے کے لئے گرم چیزیں کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

گھیکوار یا ایلو ویرا کے گودے کو چہرہ پر لگانے سے کیل اور مہاسے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

زرد کوڑیوں کو کھرل کر کے بہت باریک کریں، اور مکھن میں ملا کر اور ذرا سے سرکہ میں ملا کر چہرے پر لگایا کریں، یہ نسخہ چہرے کے کیل اور مہاسوں کے لئے مفید ہے۔

اس کے علاوہ سرس کی چھال، نیم کی چھال اور ہلدی پانی میں پیس کر چہرے پر کئی دن تک برابر لگاتے رہنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

تخمِ خرفہ کو دودھ میں پیس کر چہرے پر لگانے سے بھی مہاسے دور ہو جاتے ہیں۔

گرم پانی کی بھاپ چہرہ کو دینا بھی کیل یا مہاسوں کے لئے مفید ہے، خون کی صفائی اور خون کی حدت اور گرمی کم کرنے کے لئے شاہترہ پانچ گرام یا گل منڈی پانچ گرام کو رات کے وقت پانی میں بھگو دیں، اور صبح یہ پانی چھان کر پی لیں۔

اس بیماری کے دوران تیل، کھٹی، گرم، میٹھی اشیاء، ثقیل اور بادی اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں، ٹھنڈی غذائیں پھل اور سبزیاں، سلاد وغیرہ کا استعمال زیادہ کریں۔

چہرہ کی چھائیاں (Face Wrinkles)

بعض اوقات ہضم یا جگر کی خرابی یا عورتوں میں رحم کی خرابی یا حیض کے معمول کے مطابق نہ آنے کے سبب سوداء کا غلبہ ہو جاتا ہے، یا کسی دوسرے سبب سے چہرہ پر سیاہ، سرخ یا نیلے یا زرد دھبے پڑ جاتے ہیں، اور بعض اوقات چہرہ کی رنگت سیاہی مائل ہو جاتی ہے، اسی کو چہرہ کی چھائیاں یا جھائیاں کہا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں ثقیل اور بادی غذاؤں اور کھٹی گرم اور محرک اشیاء، سگریٹ، تمباکو نوشی اور تیل، چائے، اور گائے کے گوشت وغیرہ سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے۔

اور علاج کے طور پر ہلدی اور تلوں کو پانی میں پیس کر چہرہ کے متاثرہ مقام پر کچھ دنوں تک لیپ کیا کریں، یا تلسی کے پتے پانی میں پیس کر متاثرہ مقام پر لیپ کیا کریں۔

ریٹھے کا چھلکا پانی میں پیس کر لگانے سے بھی چہرے کے داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں۔

کلونجی کا سفوف بنا کر اور پانی میں شامل کر کے چہرہ پر لیپ کرنا بھی اس مرض میں مفید ہے۔

خون کے بگاڑ کی اصلاح کے لئے شاہترہ، عناب اور گل منڈی تینوں کو بقدرِ ضرورت پانی میں بھگو دیں اور صبح کو یہ پانی چھان کر چند دن تک پیا کریں۔

پیروں یا انگلیوں میں اٹّن، یا گٹا پڑنا(Foot Allergies)

بعض اوقات جوتے وغیرہ کی رگڑ سے یا زمین پر دیر تک بیٹھنے اور رگڑ لگنے سے انگلیوں پر اٹّن یعنی گٹّا پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، اس کو دور کرنے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ اٹن کے بالائی سخت حصے کو صاف تیز چاقو یا استرے یا بلیڈ سے تراش کر اس جگہ پپیتے کا دودھ لگائیں، اور اوپر لیموں کاٹ کر باندھ دیں، چند بار ایسا کرنے سے اٹّن یا گِٹّے کو افاقہ ہوجاتا ہے۔

پاؤں کی ایڑیوں کا پھٹنا(Plantar Fasciitis)

سردیوں وغیرہ کے موسم میں بعض مرد یا عورتوں کے پاؤں کی ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں، جن میں مٹی اور میل کچیل جمع ہونا شروع ہوجاتا ہے اور بعض اوقات زیادہ پھٹنے پر خون بھی رِسنے لگتا ہے، اور یہ پھٹن جسم اور خون کے اندر میل کچیل منتقل کرنے کا سبب بن کر طرح طرح کی خطرناک بیماریوں کا باعث بن سکتی ہے۔

ایسی صورت میں ایڑیوں اور پیروں کی صفائی کا اہتمام کرنا چاہئے، روزانہ ایڑیوں کا میل کچیل صاف کرنا چاہئے، اور ایڑیاں پھٹنے کی صورت میں بڑ کے درخت کے پتوں یا اس کی شاخ سے نکلنے والا دودھ پھٹی ہوئی جگہ میں بھر دینا مفید ہے۔

اس کے علاوہ موم چھ ماشہ لے کر چار تولہ تلوں کے تیل میں پکائیں، اس کے بعد رال ایک تولہ باریک پیس کر اس میں ملائیں اور تھوڑی دیر آگ پر پکا کر نیچے اتار لیں۔

یہ مرہم متاثرہ ایڑیوں پر اس طرح لگائیں کہ پھٹی ہوئی جلد کے اندر جذب ہوجائے، یہ ایڑیوں کی پھٹن کے لئے نہایت مفید دوا ہے۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

اخبارِ ادارہ　　　　**مفتی محمد امجد حسین**

ادارہ کے شب وروز

☐......23 / 30 / ربیع الاول، 7 / 14 / 21 / ربیع الآخر، جمعہ کو متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

☐......25 / ربیع الاول، 2 / 9 / 16 / ربیع الآخر، اتوار کو ہفتہ واری اصلاحی مجلس حضرت مدیر صاحب کی حسبِ سابق منعقد ہوئی، اتوار بعد ظہر کی اصلاحی وتربیتی مجلس بھی حسبِ سابق ہوتی رہی۔

☐......29 / ربیع الاول/ 6 / 13 / 20 / ربیع الآخر، جمعرات بعد ظہر شعبہ حفظ کی ہفتہ وار بزمِ ادب منعقد ہوتی رہی۔

☐...... 23 / ربیع الاول، بعد از نمازِ جمعہ، حضرت مدیر صاحب نے جناب تنویر صادق بٹ صاحب (کوہاٹی بازار) کی بیٹی کا نکاح ''سٹی میرج ہال'' راولپنڈی میں پڑھایا۔

☐......24 / ربیع الاول، ہفتہ، بعد ظہر حضرت مدیر صاحب کے برخوردار محمد لقمان کے حفظِ قرآن کی تکمیل ہوئی، مفتی محمد یونس صاحب نے دعاء کروائی۔

☐......26 / ربیع الاول، سوموار، ادارہ کے رفیقِ خاص جناب جاوید اختر بھٹی صاحب زید لطفہٗ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پرملال ہوا، آپ کو تین ماہ کے دوران والدہ مرحومہ کے بعد یہ دوسرا صدمہ اہلیہ محترمہ کی جدائی کا سہنا پڑا، اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ اور اہلیہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور آپ کو اور دیگر سوگواران وپسماندگان کو اجر، صبر اور حوصلہ اور نعم البدل عطا فرمائے۔

''اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَـہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی''

☐...... 29 / ربیع الاول، جمعرات، حضرت مدیر صاحب، اسلام آباد ایک کام سے واپسی کے وقت دارالافتاء لال مسجد، تشریف لے گئے، مفتی دوست محمد صاحب، مفتی احسان الحق صاحب اور دیگر اساتذۂ کرام ومفتیانِ عظام سے ملاقات ومجالست ہوئی، دارالافتاء کے معزز میزبان صاحبان نے اعزاز میں پرتکلف ظہرانہ دیا۔

☐...... 30 / ربیع الاول، جمعہ کی شام کو حضرت مدیر صاحب کے برخوردار محمد لقمان کے تکمیلِ حفظ کے شکرانہ میں اساتذۂ ادارہ اور دیگر احباب ومتعلقین عشائیہ میں شریک ہوئے۔

☐......4 / ربیع الآخر، منگل، ادارہ غفران کے شعبہ حفظ کا ''وفاق المدارس العربیہ'' سے الحاق عمل میں آیا۔

☐......5 / ربیع الآخر، بدھ، طویل خشک سالی کے بعد سردیوں کی پہلی بارانِ رحمت ہوئی، خلقِ خدا سیراب ہوئی،

Idara Ghufran

تین دن ان طراف میں بارشوں کا سلسلہ رہا۔

وَهُوَ الَّذِی يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ

□...... 12 / ربیع الآخر، بدھ، حضرت مدیر صاحب، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، تشریف لے گئے، جناب ڈاکٹر طاہر حکیم صاحب اور مولانا ڈاکٹر قاسم اشرف صاحب سے ملاقات ومجالست ہوئی، باہم دلچسپی کے علمی امور اور مسائل پر تبادلہ خیال ہوا، وہاں سے بوقتِ ظہر جامعہ فریدیہ، اسلام آباد جانا ہوا، دارالافتاء میں مفتی عبدالنور صاحب اور دیگر احباب سے ملاقات اور علمی مجلس ہوئی، مولانا حکیم محمد ناصر صاحب مولوی محمد ریحان صاحب اور بندہ امجد بھی اس دورہ میں ہمراہ تھے۔

□...... 14 / ربیع الآخر، جمعہ، بعد عشاء حضرت مدیر صاحب مع اہل وعیال، جناب افتخار احمد صاحب (صرافہ بازار) کے نئے گھر میں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 16 / ربیع الآخر، اتوار، قاری محمد طاہر صاحب کے شیر خوار بیٹے عبدالباسط کی طبیعت خراب ہوئی، ایبٹ آباد کمپلیکس کی ایمرجنسی میں داخل رہے، قاری محمد طاہر صاحب رخصت پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ شیر خوار بچہ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائیں۔

□...... 17 / ربیع الآخر، پیر کے دن، مولانا محمد ناصر صاحب کو دردِ شکم کی شکایت ہوئی، بعد میں "اپنڈکس" کی تشخیص ہوئی، اور منگل 18 / ربیع الآخر، صبح کے وقت میں بے نظیر بھٹو ہسپتال، راولپنڈی کے ایمرجنسی وارڈ میں آپ کا آپریشن ہوا، الحمدللہ روبہ صحت ہیں، دعاؤں میں قارئین یاد رکھیں۔

□......ربیع الاول اور ربیع الآخر میں، جمعرات کو صبح کے وقت احباب دارالافتاء کی مذاکرہ وبیان کی علمی مجلس (جو حال ہی میں شروع ہوئی تھی) جاری رہی۔

تصوف واحسان

(علمائے اہلِ حدیث کی نظر میں)

مؤلف

ابنِ محمد جی قریشی

Ibn_m.jee@haotmail.com

ناشر: پُورب اکادمی، اسلام آباد

اخبارِ عالم **مولانا غلام بلال**

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/ دسمبر/ 2016ء/ 21/ ربیع الاول/ 1437ھ: پاکستان: حکومت نے سی این جی مالکان کو قیمتیں مقرر کرنے کا اختیار دے دیا، اوگرا کا اختیار ختم، نوٹیفیکشن جاری 22/ دسمبر: پاکستان: بھارت کا کروز میزائل نربھے کا تجربہ چوتھی بار بھی ناکام 23/ دسمبر: پاکستان: امریکی وفاقی عدالت میں ایگزیکٹ کے ایگزیکٹو افسر پر فردِ جرم عاید 24/ دسمبر: پاکستان: وزارتِ ریلوے کا وسطی ایشیا تک ٹریک بچھانے پر غور، جنوری میں اجلاس کا امکان، پشاور جلال آباد ٹریک فزیبلٹی رپورٹ پر کام جاری سنٹرل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی کا اجلاس سی پیک کی 3 سڑکوں سمیت 139 ارب کے 14 منصوبوں منظور 25/ دسمبر: پاکستان: پنجاب کے مختلف علاقوں میں شدید دھند، ٹریفک حادثات کے باعث 10 افراد جاں بحق 26/ دسمبر: پاکستان: پنجاب بھر میں ڈی سی اوز کا عہدہ ختم، ڈپٹی کمشنرز بحال 27/ دسمبر: پاکستان: ملک بھر میں انٹرنیٹ سروس 5 گھنٹے معطل، صارفین کو مشکلات کا سامنا 28/ دسمبر: پاکستان: نیپرا نے بجلی 3 روپے 60 پیسے فی یونٹ سستی کردی 29/ دسمبر: پاکستان: انسدادِ دہشتگردی ایکٹ تحفظ پاکستان قانون یکجا اور فوجی عدالتیں مستقل کرنے کا فیصلہ، وزارتِ داخلہ نے نئے قانون کا مسودہ تیار کرلیا 30/ دسمبر: امریکہ: صدارتی انتخابات میں ہیکنگ، امریکہ نے 35 روسی سفارتکار ملک بدر کردیے 31/ دسمبر: پاکستان: بلوم برگ نے پاکستان اسٹاک ایکسچینج کو دنیا کی پانچویں بہترین مارکیٹ قرار دے دیا، 2016 کے دوران کے ایس ای 100 انڈیکس میں 43.05 پوائنٹس اضافہ ہوا کمشنری نظام برسوں سے بحال، بلدیاتی حکومتیں فعال، پنجاب کابینہ نے منظوری دے دی یکم/ جنوری: پاکستان: پٹرولیم قیمتیں برقرار رکھنے کا اعلان، آئندہ قیمتوں کا تعین 15 روز بعد کیا جائے گا 2/ جنوری: پاکستان: پاکستان، برما اور شام کے مسائل حل کرنے کے لیے سرگرم، سفارتی رابطے شروع کرنے کا فیصلہ 3/ جنوری: پاکستان: پاک امریکا نالج راہداری، 10 ہزار پاکستانی اسکالر پی ایچ ڈی کرنے امریکا جائیں گے 4/ جنوری: پاکستان: فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ، بجلی کی قیمت میں 3.60 روپے فی یونٹ کمی کا نوٹیفکیشن جاری سی پیک منصوبہ، چین سے دوسرا کارگو شپ، گوادر بندگاہ پہنچ گیا 5/ جنوری: پاکستان: فرنس آئل ایک ماہ میں 7 ہزار روپے فی ٹن مہنگا، بجلی کی پیداوار میں استعمال ہونے والا ایندھن مہنگا ہونے سے بجلی کی قیمت بڑھنے کا خدشہ 6/ جنوری: پاکستان: خیبر پختونخوا اور بالائی علاقوں میں تیسرے روز بھی بارش و برفباری، ملک بھر میں بارشوں سے ڈیموں میں پانی کی سطح بلند،

بیماریوں میں کمی آنے لگی۔ فللہ الحمد ✍ 7/جنوری: پاکستان: پاکستان نے بھارتی مداخلت کا ڈوزیئر اقوامِ متحدہ میں جمع کرا دیا، مشیر خارجہ کا اہم خط بھی شامل، کل بھوشن کا اعترافی بیان، بلوچستان میں مداخلت، بھارتی جاسوس آبدوز کی سرحدی خلاف ورزی، بھارتی سفارتکاروں کے دہشت گردوں سے روابط کے ثبوت ڈوزیئر کا حصہ ہیں ✍ 8/جنوری: پاکستان: پلی بارگین کے لیے چیئرمین نیب کی صوابدید ختم، عدالت کی منظوری لازمی قرار، ملزم تاحیات نااہل، سرکاری ملازمت پر بھی پابندی ہوگی، وزیرِ اعظم نے بدعنوانی کے خاتمے کے لیے جائزہ کمیٹی کی تجاویز کی اصولی منظوری دے دی، آرڈیننس جاری، قانون قومی اسمبلی اور سینیٹ سے بھی پاس کرایا جائے گا ✍ 9/جنوری: پاکستان: وزیرِ اعظم اسکیم کے تحت ایک لاکھ 82 ہزار لیپ ٹاپ تقسیم، پہلا مرحلہ مکمل، دوسرا جلد شروع ہوگا ✍ 10/جنوری: پاکستان: پاکستان کا آبدوز سے کروز میزائل ''بابر تھری'' کا کامیاب تجربہ، میزائل نے خشکی میں اپنے ہدف کو کامیابی سے نشانہ بنایا ✍ 11/جنوری: افغانستان: افغان پارلیمنٹ گورنر آفس قندھار حملے، 41 ہلاک، سفیر یو اے ای سمیت 96 زخمی ✍ 12/جنوری: پاکستان: گورنر سندھ سعید الزماں صدیقی انتقال کر گئے، صدر، وزیرِ اعظم، سیاسی رہنماؤں و دیگر کا اظہارِ افسوس ✍ 13/جنوری: پاکستان: ایفیڈرین کیس، ملزمان پر فردِ جرم عاید کرنے کے لیے 26 جنوری کی تاریخ مقرر ✍ 14/جنوری: پاکستان: پی آئی اے پروازوں میں انٹرنیٹ سروس متعارف کرا دی، مسافر اپنے موبائل فون، لیپ ٹاپ سے سسٹم منسلک کر کے استعمال کر سکیں گے ✍ 15/جنوری: پاکستان: چین میں تیار 2 گن شپ جہاز پاک نیوی کے بیڑے میں شامل ✍ 16/جنوری: پاکستان: صدر وفاق المدارس پاکستان، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ☚ پیٹرول 1.77 اور ڈیزل 2 روپے مہنگا، عالمی مارکیٹ میں قیمتیں 43 فیصد بڑھ گئیں ✍ 17/جنوری: پاکستان: ریلوے نظام کی بہتری کے لیے 8 ارب ڈالر کا پلان تیار ✍ 18/جنوری: پاکستان: پاکستان کا چین کو 50 کروڑ ڈالر قرض واپس کرنے کا فیصلہ ☚ پاکستانی معیشت بھارت سے 8 درجہ بہتر ہے، دنیا کی 79 ترقی پذیر ممالک کی معیشتوں میں پاکستان 52 ویں نمبر ہے، عالمی اقتصادی فورم ✍ 19/جنوری: پاکستان: شناختی کارڈ کے ذریعہ رقوم کی منتقلی، نادرا اور ماسٹر کارڈ میں معاہدہ بحرین: تنخواہیں مانگنے پر 50 پاکستانی ایک سال سے قید، عدالتی فیصلہ حق میں آیا، تو ادائیگی کے بجائے ڈی پورٹ سینٹر کے پیچھے دھکیل دیا گیا ✍ 20/جنوری: پاکستان: مذاکرات کامیاب، سعودی عرب نے پاکستان کا پرانا حج کوٹا بحال کر دیا، رواں سال ایک لاکھ 79 ہزار عازمین حج پر جائیں گے۔